لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو
اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔
(الہام اپریل 1944ء)

جنوری تا اپریل 2017ء
جلد# 29۔ شمارہ نمبر 1

جو سکھیاں سجائیں گی مہندی سے ہاتھ تو مہکے یہ دن اور چمکے یہ رات

جو رسموں رواجوں کو چھوڑیں گے ہم
تو ناتا مسیحا سے جوڑیں گے ہم
منائیں اگر سادگی سے خوشی
تو اسراف سے منہ کو موڑیں گے ہم

جو سکھیاں سجائیں گی مہندی سے ہاتھ تو مہکے یہ دن اور چمکے یہ رات

یہ دولہا بھی خدام کا تاج ہو
یہ دُلہن بھی لجنہ کی تزئین ہو
وفا کا اگر اُن کے دِل میں ہو نور
تو رنگِ حنا اور رنگین ہو

جو سکھیاں سجائیں گی مہندی سے ہاتھ تو مہکے یہ دن اور چمکے یہ رات

دِلوں میں لگائیں خلافت کی لَو
تو سر پُر سکوں کی رِدائیں رہیں
ہمیشہ ہی ان دونوں کے ہمقدم
امامِ زماں کی دعائیں رہیں

جو سکھیاں سجائیں گی مہندی سے ہاتھ تو مہکے یہ دن اور چمکے یہ رات

(مکرم مبارک احمد عابد صاحب)

ماخوذ از "شادی بیاہ کے گیت" صفحہ 28 تیار کردہ نظارت اصلاح و ارشاد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

النساء

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

مذہبی، علمی و ادبی مجلّہ

جلد# 29۔ جنوری تا اپریل 2017ء۔ شمارہ نمبر 1

نگرانِ اعلیٰ

مکرم و محترم ملک لال خان صاحب

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

زیرِ نگرانی

مکرمہ و محترمہ امتہ السلام ملک صاحبہ

صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

نیشنل سیکرٹری اشاعت

کشور چوہدری صاحبہ

مدیرہ اُردو

فرزانہ سنوری صاحبہ

پروف ریڈرز

طاہرہ نسیم صاحبہ، عنبرین منظور صاحبہ

اُردو کمپوزنگ اور تزئین و زیبائش

وجیہہ قیوم صاحبہ، ثمرہ مبشر صاحبہ، تحمیدہ ولی صاحبہ

ناصرہ نسیم صاحبہ، رضوانہ سلمٰی صاحبہ

پبلشر

جیمنگ گرافکس

عنوانات

کلامِ الٰہی، کلامِ رسول ﷺ، کلامِ امام الزماںؑ	1
اداریہ	2
خطبہ جمعہ	3
دورِ جدید اور ہماری روایات	10
ماں کے قدموں تلے جنت کیونکر ہو	12
نظم۔ آقا دی خدمت وِچ، اِک عرضی	13
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی واقفاتِ نو بچیوں کو نصائح	14
دورِ جدید میں صراطِ مستقیم کی تلاش	15
نظم۔۔ دورِ جدید اور ہماری روایات	17
میکے اور سُسرال میں متوازن تعلق۔۔۔۔ پُر سکون گھر کی ضمانت	18
حضرت مصلحِ موعودؓ کی حسین یادیں	19
اطاعت حکمِ خداوندی ہے	20
خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد	22
صفحۂ شاعرات	26
ذکرِ خیر محترمہ ناصرہ رفیق صاحبہ	27
شگفتہ شگفتہ	28
تتلی	29

النساء میں اشتہار دیئے جانے کے لئے

1- ایک پورے صفحہ کا اشتہار: -/ $250

2- آدھے صفحہ کا اشتہار: -/ $150

3- 1/4 صفحہ کا اشتہار: -/ $100

اشتہار ارسال کرنے کیلئے email: annisaa@lajna.ca

کلامِ الٰہی

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ
وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ
وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۶﴾ (سورہ النساء: آیت 126)

اور دین میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اپنی تمام تر توجہ اللہ کی خاطر وقف کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کی ہو اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا تھا۔ (سورہ النساء: آیت 126)

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَاِنْ
تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ
وَلَا یَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۷﴾ (سورہ الانعام: آیت 33)

یقیناً دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقصد سے غافل کر دے۔ اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے تمہارے اموال نہیں مانگے گا۔

(سورہ الانعام: آیت 33)

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا
حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا
عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۲﴾ (سورہ البقرہ: آیت 202)

اور اُنہی میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی حَسَنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حَسَنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

(سورہ البقرہ: آیت 202)

کلامِ رسول ﷺ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ نَبِیَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ الْمَعَادِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْیَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ فِیْ اَحْوَالِ الدُّنْیَا لَمْ یُبَالِ اللّٰهُ فِیْ اَیِّ اَوْدِیَتِهِ هَلَكَ۔ (ابنِ ماجہ باب الزھد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں نے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ فرماتے تھے جو شخص سب فکروں کو چھوڑ کر ایک فکر لے گا یعنی آخرت کی فکر تو اللہ تعالیٰ اس کی دُنیا کی فکریں اپنے ذمہ لے لے گا اور جو شخص طرح طرح کی دُنیا کی فکروں میں لگا رہے تو اللہ تعالیٰ پرواہ نہ کرے گا وہ چاہے جس مرضی وادی میں ہلاک ہو۔ (ابنِ ماجہ کتاب الزھد)

کلامِ امام الزماں علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دو چیزوں کے باہم تعلق اور رگڑ سے ایک حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کی محبت اور دُنیا کی چیزوں کی محبت کی رگڑ سے الٰہی محبت جَل جاتی ہے اور دل تاریک ہو کر خدا سے دُور ہو جاتا اور ہر قسم کی بے قراری کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جبکہ دُنیا کی چیزوں سے جو تعلق ہو وہ خدا میں ہو کر ایک تعلق ہو اور اُن کی محبت خدا کی محبت میں ہو کر ہو، اُس وقت باہمی رگڑ سے غیر اللہ کی محبت جَل جاتی ہے اور اُسکی جگہ ایک روشنی اور نُور بھر دیا جاتا ہے۔ پھر خدا کی رضا اُس کی رضا اور اسکی رضا خدا کی رضا کا منشاء ہو جاتا ہے۔ اس حالت پر پہنچ کر خدا کی محبت اُس کے لئے بمنزلہ جان ہوتی ہے اور جس طرح زندگی کے واسطے لوازمِ زندگی ہیں۔ اُسکی زندگی کے واسطے خدا اور صرف خدا ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یُوں کہہ سکتے ہیں کہ اُسکی خوشی اور راحت خدا ہی میں ہوئی ہے۔ پھر دُنیاداروں کے نزدیک اگر اُسے کوئی رنج اور کرب پہنچے تو پہنچے لیکن اصل بات یہی ہے کہ اس ہمّ و غم میں بھی وہ اطمینان اور سکینت سے الٰہی لذّت لیتا ہے جو کسی دُنیادار کی نظر میں بڑے سے بڑے فارغ البال کو بھی نصیب نہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ نمبر 371-372)

اداریہ

ایک احمدی کی زندگی کا مطمعِ نظر حکمِ خداوندی کی ہر حال میں تعمیل ہے۔ چنانچہ النساء کے اس شمارے میں آج کے تیز رفتار مغربی معاشرے کے اُن مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے جن کا آج ہر خاندان کو سامنا ہے اور ہماری ذمہ داریوں میں سب سے اہم ہماری آنے والی نسل کی ایسی تربیت کرنا ہے۔ جو اِس معاشرے میں رہتے ہوئے خلافتِ احمدیہ کے سچے مطیع، متقی اور بابرکت وجود ثابت ہوں۔

ہمارے پیارے امام جماعت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خواتین سے کیئے جانے والے خطابات میں اکثر و بیشتر ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اُن میں سے چند ایک بھی اپنانا شروع کریں تو عورتوں کی تربیت کے ذریعہ اس معاشرے کی ایک نہایت خوبصورت تعمیر عمل میں آسکے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج کل آپ یہاں اِس مغربی معاشرہ میں رہ رہے ہیں، یہاں کے بے تحاشا رسم ورواج ہیں، جو آپ کو مذہب سے دُور لے جانے والے، اسلام کی خوبصورت تعلیم پر پَردہ ڈالنے والے رسم ورواج ہیں، طور طریق ہیں۔ کیونکہ دُنیاداری کی جو چکاچوند ہے زیادہ اثر کرتی ہے۔ اس لئے اس معاشرے میں بہت پھونک پھونک کر قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے تو بجائے اِن کی غلط قسم کی رسوم اپنانے کے، اسلام کی خوبصورت تعلیم پیش کرنی چاہیئے ہر احمدی کا اتنا مضبوط کیریکٹر ہونا چاہیئے، اتنا مضبوط کردار ہونا چاہیئے کہ مغربی معاشرہ اُس پر اثر انداز نہ ہو“۔ (شرائطِ بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ نمبر 106)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا“۔ (شرطِ بیعت نمبر 6)

اس شرطِ بیعت میں بیان فرمودہ پانچ (5) امور کی ایک جھلک اس شمارہ میں آپ کو ملے گی۔ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے مُراد دورِ جدید کی وہ تمام روایات ہیں جو ہمیں اسلام اور احمدیت کی بُنیاد سے دُور کرنے والی ہیں۔ جس میں شادی بیاہ سے متعلق رسُوم، مغربی معاشرہ کی تقلید میں کی جانے والی رسُوم وروایات نیز نفسانی خواہشات کو پورا کرنے والی بہت سی بے مقصد پارٹیز وغیرہ شامل ہیں۔

یہ خدا تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ ہم جس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اُس میں ہر عمر کے اعتبار سے ایک تنظیم قائم ہے۔ ان تنظیموں کا مقصدِ اعلیٰ ہر ایک فردِ جماعت کی عمدہ تربیت ہے۔ لیکن خواتین چونکہ پورے خاندان کی اعلیٰ تربیت کی ذمہ دار ہوتی ہیں اس لیئے اُن کی فعّال کوششیں گھر میں موجود تمام افراد کی کامیابی اور اُن میں اعلیٰ قدروں کی آبیاری کے لئے بُنیادی کردار ادا کرنے والی ہوتی ہیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں معاشرہ کے بھیڑ چال سے اپنا آپ محفوظ بناتے ہوئے با اخلاق اور باکردار احمدی خواتین کی صف میں شامل ہونے والا بنائے۔ آمین۔

رسالہ النساء کے لئے درج ذیل بہنوں کی نگارشات گزشتہ چند ماہ کے عرصہ میں موصول ہوئیں۔ یہ مضامین وقتاً فوقتاً شاملِ اشاعت رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

مضمون	جماعت	پیشکش	مضمون	جماعت	پیشکش
دُعاؤں کے معجزانہ واقعات	کیلگری میکنائیڈ	امتہ السلام	دورِ جدید۔ خلافت اور ہماری ذمہ داری	سرے ساؤتھ	ناصرہ حفیظ
توکّل الی اللہ	ونڈسر	زبیدہ کوکب	تلاوتِ قرآن اور ہماری ذمہ داریاں	ونڈسر	تبسم بشارت
درود شریف کی برکات	سرے ساؤتھ، وینکوور	راضیہ سرفراز	دُعا اور صبر	ویسٹن از لنگٹن	مسز منہاس
اقوالِ زرّیں	کیلگری میکنائیڈ	امتہ السلام	نظم۔ دِل تو دے چکے تھے پہلے۔۔۔۔	کیلگری ایئرڈری	عائشہ شرما
انبیاء کی کہانی، قرآن کی زبانی	وان نارتھ	عائشہ باری	نظم۔ زندگی کے سوال کا جواب	وان نارتھ	فرحت خانم
بیت بازی	آٹواہ	طیبہ حبیب	نظم۔ زندگی اور موت	وان نارتھ	فرحت خانم
اے فضلِ عمر تیرے اوصافِ کریمانہ	ڈوبرج	سمیرا مظفر	نظم۔ نیا سال	کیلگری نارتھ ویسٹ	مقصودہ طارق
احمدی عورت کا پردہ	سرے ساؤتھ	حرا عاطف	نظم۔ تحریک جدید	برمپٹن ہارٹ لیک ساؤتھ	منزہ ولی سنوری

خطبہ جمعہ

اگر ہم نے دین پر قائم رہنا ہے تو پھر ہمیں دینی تعلیمات پر عمل کرنا ہو گا۔ اگر ہم نے یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور دین پر قائم ہیں تو پھر پابندی ضروری ہے۔

ہم احمدیوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ بہت خطرناک زمانہ ہے۔ شیطان ہر طرف سے پُر زور حملے کر رہا ہے۔ اگر مسلمانوں اور خاص طور پر احمدی مسلمانوں، مَردوں اور عورتوں، نوجوانوں سب نے مذہبی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش نہ کی تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13 جنوری 2017ء بمطابق 13 صلح 1396 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ○

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دین اور مذہب اُن کی آزادی کو سلب کرتا ہے اور اُن پر پابندیاں لگاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:79) یعنی دین کی تعلیم میں تم پر کوئی بھی تنگی کا پہلو نہیں ڈالا گیا بلکہ شریعت کی غرض تو انسان کے بوجھوں کو کم کرنا اور صرف یہی نہیں بلکہ اُسے ہر قسم کے مصائب اور خطرات سے بچانا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ دین یعنی دینِ اسلام جو تمہارے لئے نازل کیا گیا ہے اس میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو تمہیں مشکل میں ڈالے بلکہ چھوٹے سے چھوٹے حکم سے لے کر بڑے سے بڑے حکم تک ہر حکم رحمت اور برکت کا باعث ہے۔ پس انسان کی سوچ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام غلط نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہو کر ہم اُس کے حکموں پر نہیں چلیں گے تو اپنا نقصان کریں گے۔ اگر انسان عقل نہیں کرے گا تو شیطان جس نے روزِ اوّل سے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں انسانوں کو گمراہ کر کے نقصان پہنچاؤں گا وہ انسان کو تباہی کے گڑھے میں گرائے گا۔ پس اگر اُس کے حملے سے بچنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننا ضروری ہے۔ بعض باتیں بظاہر چھوٹی لگتی ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اُن کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے اُن کے نتائج انتہائی بھیانک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ پس ایک مومن کو کبھی بھی کسی بھی حکم کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیئے۔

آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی اکثریت دین سے دور ہٹ گئی ہے اس لئے اُن کے برائی اور اچھائی کے معیار بھی بدلتے جا رہے ہیں۔ مثلاً اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ آزادی اور فیشن کے نام پر عورتوں مردوں میں ننگ عام ہو رہا ہے۔ ترقی یافتہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ کھلے عام بے حیائی کی جائے۔ حیا نام کی کوئی چیز نہیں رہی اور ظاہر ہے اس کا اثر پھر ہمارے بچوں اور بچیوں پر بھی ہو گا جو یہاں رہتے ہیں اور کچھ حد تک ہو بھی رہا ہے۔

بعض بچیاں جب جوانی میں قدم رکھنے لگتی ہیں تو مجھے لکھتی ہیں کہ اسلام میں پردہ کیوں ضروری ہے؟ کیوں ہم تنگ جین اور بلاؤز پہن کر بغیر برقع کے یا کوٹ کے گھر سے باہر نہیں جا سکتیں؟ کیوں ہم یہاں یورپ کی آزاد لڑکیوں جیسا لباس نہیں پہن سکتیں؟

پہلی بات تو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر ہم نے دین پر قائم رہنا ہے

تو پھر ہمیں دینی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور دین پر قائم ہیں تو پھر پابندی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر، اُن کے حکموں پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب امور الایمان حدیث 9)

پس حیادار لباس اور پردہ ہمارے ایمان کو بچانے کے لئے ضروری ہے۔ اگر ترقی یافتہ ملک آزادی اور ترقی کے نام پر اپنی حیا کو ختم کر رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دین سے بھی دُور ہٹ چکے ہیں۔ پس ایک احمدی بچی جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا ہے، ایک احمدی شخص نے، مرد نے، عورت نے مانا ہے۔ اُس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے اور یہ مقدم رکھنا اُسی وقت ہو گا جب دین کی تعلیم کے مطابق عمل کریں گے۔ یہ بھی ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ہر بات کھول کھول کر بیان فرما دی ہے۔ چنانچہ اس بے پردگی اور بے حیائی کے بارے میں آپ ایک جگہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عفّت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بد نظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا۔ مَردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے، نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مَردوں کی اخلاقی حالت درست کرو۔ اگر یہ دُرست ہو جائے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں تو اُس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا ضروری ہے کہ نہیں۔ ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے۔ کم از کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مَردوں کی حالت ایسی اصلاح شُدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے"۔ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 135-134 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آج کل کے معاشرے میں جو برائیاں ہمیں نظر آ رہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ایک لفظ کی تصدیق کرتی ہیں۔ پس ہر احمدی لڑکی لڑکے اور مرد اور عورت کو اپنی حیا کے معیار اونچے کرتے ہوئے معاشرے کے گند سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ یہ سوال یا اس بات پر احساسِ کمتری کا خیال کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟ کیوں ہم ٹائٹ جینز اور بلاؤز نہیں پہن سکتیں؟ یہ والدین اور خاص طور پر ماؤں کا کام ہے کہ چھوٹی عمر سے ہی بچوں کو اسلامی تعلیم اور معاشرے کی برائیوں کے بارے میں بتائیں۔ تب ہی ہماری نسلیں دین پر قائم رہ سکیں گی اور نام نہاد ترقی یافتہ معاشرے کے زہر سے محفوظ رہ سکیں گی۔ اِن ممالک میں رہ کر والدین کو بچوں کو دین سے جوڑنے اور حیا کی حفاظت کے لئے بہت زیادہ جہاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے اپنے نمونے بھی دکھانے ہوں گے۔

پھر اسی طرح ایک بچی نے پچھلے دِنوں مجھے خط لکھا کہ میں بہت پڑھ لکھ گئی ہوں اور مجھے بینک میں کام ملنے کی اُمید ہے۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر وہاں حجاب لینے اور پردہ کرنے پر پابندی ہو، کوٹ بھی نہ پہن سکتی ہوں تو کیا مَیں یہ کام کر سکتی ہوں؟ کام سے باہر نکلوں گی تو حجاب لے لوں گی۔ کہتی ہے کہ مَیں نے سُنا تھا کہ آپ نے کہا تھا کہ کام والی لڑکیاں اپنے کام کی جگہ پر اپنا برقع، حجاب اُتار کر کام کر سکتی ہیں۔ اس بچی میں کم از کم اتنی سعادت ہے کہ اس نے پھر ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ آپ منع کریں گے تو کام نہیں کروں گی۔ یہ اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ یہ ایک نہیں کئی لڑکیوں کے سوال ہیں۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ مَیں نے اگر کہا تھا تو ڈاکٹرز کو بعض حالات میں مجبوری ہوتی ہے۔ وہاں روایتی برقع یا حجاب پہن کر کام نہیں ہو سکتا۔ مثلاً آپریشن کرتے ہوئے۔ ان کا لباس وہاں ایسا ہوتا ہے کہ سر پر بھی ٹوپی ہوتی ہے، ماسک بھی ہوتا ہے، ڈھیلا ڈھالا لباس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تو ڈاکٹر بھی پردے میں کام کر سکتی ہیں۔ ربوہ میں ہماری ڈاکٹرز تھیں۔ ڈاکٹر فہمیدہ کو ہمیشہ میں نے پردے میں دیکھا ہے۔ ڈاکٹر نصرت جہاں تھیں بڑا پکّا پردہ کرتی تھیں۔ یہاں سے بھی انہوں نے تعلیم حاصل کی اور ہر سال اپنی قابلیت کو نئی ریسرچ کے مطابق ڈھالنے کے لئے، اس کے مطابق کرنے کے لئے یہاں لندن بھی آتی تھیں لیکن ہمیشہ پردہ میں رہیں بلکہ وہ پردہ کی ضرورت سے زیادہ پابند تھیں۔ اُن پر یہاں کے کسی شخص نے اعتراض کیا، نہ کام پر اعتراض ہوا، نہ اُن کی پیشہ وارانہ مہارت میں اِس سے کوئی اثر پڑا۔ آپریشن بھی انہوں نے بڑے بڑے

کئے۔ تو اگر نیّت ہو تو دین کی تعلیم پر چلنے کے راستے نکل آتے ہیں۔

اسی طرح میں نے ریسرچ کرنے والیوں کو کہا تھا کہ کوئی بچی اگر اتنی لائق ہے کہ ریسرچ کر رہی ہے اور وہاں لیبارٹری میں اُن کا خاص لباس پہننا پڑتا ہے تو وہاں اس ماحول کا لباس پہن سکتی ہیں بے شک حجاب نہ لیں۔ وہاں بھی انہوں نے ٹوپی وغیرہ پہنی ہوتی ہے لیکن باہر نکلتے ہی وہ پردہ ہونا چاہیئے جس کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ بینک کی نوکری کوئی ایسی نوکری نہیں ہے کہ جس سے انسانیت کی خدمت ہو رہی ہو۔ اس لئے عام نوکریوں کے لئے حجاب اُتارنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی جبکہ نوکری بھی ایسی جس میں لڑکی روز مرہ کے لباس اور میک اپ میں ہو، کوئی خاص لباس وہاں نہیں پہنا جانا۔ پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حیا کے لئے حیادار لباس ضروری ہے اور پردہ کا اس وقت رائج طریق حیادار لباس کا ہی ایک حصہ ہے۔ اگر پردہ میں نرمی کریں گے تو پھر اپنے حیادار لباس میں بھی کئی عذر کر کے تبدیلیاں پیدا کر لیں گی اور پھر اس معاشرے میں رنگین ہو جائیں گی جہاں پہلے ہی بے حیائی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

دُنیا تو پہلے ہی اس بات کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ کس طرح وہ لوگ جو اپنے مذہب کی تعلیمات پر چلنے والے ہیں اور خاص طور پر مسلمان ہیں انہیں کس طرح مذہب سے دُور کیا جائے۔ سوئٹزرلینڈ میں ایک لڑکی نے مقدمہ کیا کہ مَیں لڑکوں کے ساتھ سوئمنگ کرنے میں حجاب محسوس کرتی ہوں مجھے سکول پابند کرتا ہے کہ مکس سوئمنگ ہو گی۔ مجھے اس کی اجازت دی جائے کہ علیحدہ لڑکیوں کے ساتھ میں سوئمنگ کروں۔ ہیومن رائٹس والے جو انسانی حقوق کے بڑے علمبردار بنے پھرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم یہ چاہتی ہو کہ علیحدہ کرو، یہ تمہارا ذاتی حق تو ہے لیکن یہ کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہے جس کے لئے تمہارے حق میں فیصلہ دیا جائے۔ جہاں اسلام کی تعلیم اور عورت کی حیا کا معاملہ آیا تو وہاں انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی بہانے بنانے لگ جاتی ہیں۔ پس ایسے حالات میں احمدیوں کو پہلے سے بڑھ کر زیادہ محتاط ہونا چاہیئے۔ اگر سکولوں میں چھوٹے بچوں کے لئے بعض ملکوں میں سوئمنگ لازمی ہے تو پھر چھوٹے بچے بچیاں پورا لباس پہن کر یعنی جو سوئمنگ کا لباس پورا ہوتا ہے جسے آجکل برقینی (Burkini) کہتے ہیں وہ پہن کر سوئمنگ کریں۔ تا کہ ان کو احساس پیدا ہو کہ ہم نے بھی حیادار لباس رکھنا ہے۔ ماں باپ بھی بچوں کو سمجھائیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی علیحدہ سوئمنگ ہونی چاہیے۔ اس کے لئے کوشش بھی کرنی چاہیے۔

اسلام مخالف قوتیں بڑی شدت سے زور لگا رہی ہیں کہ مذہبی تعلیمات اور روایات کو مسلمانوں کے اندر سے ختم کیا جائے۔ یہ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ مذہب کو آزادئ اظہار اور آزادئ ضمیر کے نام پر ایسے طریقے سے ختم کیا جائے کہ اُن پر کوئی الزام نہ آئے کہ دیکھو ہم زبردستی مذہب کو ختم کر رہے ہیں اور یہ ہمدرد سمجھے جائیں۔ شیطان کی طرح میٹھے انداز میں مذہب پر حملے ہوں۔

لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے سپرد ہے اور اسکے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی پڑے گی اور تکلیفیں بھی اُٹھانی پڑیں گی۔ ہم نے لڑائی نہیں کرنی لیکن حکمت سے ان لوگوں سے معاملہ بھی کرنا ہے۔ اگر آج ہم ان کی ایک بات مانیں گے جس کا تعلق ہماری مذہبی تعلیم سے ہے تو پھر آہستہ آہستہ ہماری بہت سی باتوں پر، بہت ساری تعلیمات پر پابندیاں لگتی چلی جائیں گی۔ ہمیں دعاؤں پر بھی زور دینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانی چالوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور توفیق بھی دے اور ہماری مدد بھی فرمائے۔ اگر ہم سچائی پر قائم ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر ایک دن ہماری کامیابی بھی یقینی ہے۔ اسلام کی تعلیمات نے ہی دُنیا پر غالب آنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

”سچ میں ایک دلیری اور جرأت ہوتی ہے۔ جھوٹا انسان بزدل ہوتا ہے۔ وہ جس کی زندگی ناپاکی اور گند، گناہوں سے ملوّث ہے۔ وہ ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک صادق انسان کی طرح دلیری اور جرأت سے اپنی صداقت کا اظہار نہیں کر سکتا اور اپنی پاکدامنی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ دنیوی معاملات میں ہی غور کر کے دیکھ لو کہ کون ہے جس کو ذرا سی بھی خدا نے خوش حیثیتی عطا کی ہو اور اس کے حاسد نہ ہوں۔ ہر خوش حیثیت کے حاسد ضرور ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی لگے رہتے ہیں۔ یہی حال دینی امور کا ہے۔ شیطان بھی اصلاح کا دُشمن ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اپنا حساب صاف رکھے اور خدا سے معاملہ درُست رکھے۔ خدا کو راضی کرے پھر کسی سے خوف نہ کھائے اور نہ کسی کی پرواہ کرے۔ ایسے معاملات سے پرہیز کرے جن سے خود ہی موردِ عذاب ہو جاوے۔ مگر یہ سب کچھ تائیدِ غیبی اور توفیقِ الٰہی کے سوا نہیں ہو سکتا۔ صرف انسانی کوشش کچھ بنا نہیں سکتی جب تک خدا کا فضل بھی شاملِ حال نہ ہو۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النساء:29) انسان ناتواں ہے۔ غلطیوں سے پُر ہے۔ مشکلات چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پس دُعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرے اور تائیدات غیبی اور فضل کے فیضان کا وارث بنا دے“۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 252۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس دُعاؤں کے ساتھ ہم نے دُنیا کو قائل کرنا ہے اور اسکے لئے خدا تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ دوسرے مذاہب ہمیشہ کے لیئے نہیں ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر آئے اور اپنے زمانے کی تربیتی ضروریات پوری کیں اور ختم ہو گئے۔ تبھی تو ان کی مذہبی کتابوں میں بھی بے شمار کانٹ چھانٹ ہو چکی ہے اور تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ لیکن ان میں اسلام ہے جو اَب تک محفوظ ہے اور اسلام ہمیشہ رہنے کے لئے ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس لئے ہمیں بغیر کسی احساسِ کمتری کے اپنی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے اور اس پر قائم رہنا چاہیئے اور دوسروں کو بھی بتانا چاہیئے کہ تم جو باتیں کرتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہیں اور تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں۔

اسلام کوئی ایسا مذہب نہیں جو انسان کو غلط قسم کی پابندیوں میں جکڑ دیتا ہے بلکہ حسبِ ضرورت اس میں اپنی تعلیمات میں نرمی کے پہلو بھی ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ بعض مریض ایسے ہیں کہ مرد ڈاکٹر کو دکھانا ہوتا ہے تو ڈاکٹر وغیرہ کے لئے، مریض کے لئے، پردہ کی کوئی سختی نہیں ہے۔ انسانی جان کو بچانا اور انسانی جان کو تکلیف سے نکالنا اصل مقصد ہے، پہلا مقصد ہے تبھی تو اضطرار اور مجبوری کی حالت میں مُردار اور سؤر کے گوشت کھانے کی بھی اجازت ہے لیکن صرف زندگی بچانے کی خاطر۔ اسی طرح دوائیوں میں الکوحل (alcohol) بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ لیکن بہر حال جس طریق پر شیطانی قوتیں ہمیں چلانا چاہتی ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ آہستہ آہستہ دین کی حدود ختم کر دی جائیں اور مذہب کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس بات کے خلاف ہم احمدیوں نے ہی جہاد کرنا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اسلامی تعلیمات کو ہم ہر چیز پر اہمیت دیں گے اور خدا تعالیٰ کے آگے جھکیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہماری کامیابیاں ہوں۔

مسیح موعودؑ کے زمانے میں تلوار کا جہاد نہیں ہے بلکہ نفس کی اصلاح کا جہاد ہے۔ ان ترقی یافتہ ملکوں میں رہنے والے مسلمان اور خاص طور پر دنیا میں رہنے والے احمدی مسلمان ہی اس کے لئے میرے مخاطب ہیں۔ ان کو ملک سے وفا اور ملک کی خاطر قربانی اور ملک کی کسی بھی شکل میں ترقی کے لئے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جب یہ ہو گا تو شیطانی قوتوں کے منہ بند ہو جائیں گے کہ یہ مسلمان وہ ہیں جو ملک و قوم کی بہتری کے حقیقی معیاروں کی طرف لے جانے والے ہیں نہ کہ ملک کے خلاف کچھ کرنے والے۔ ہم نے ان لوگوں کو اور حکومتوں کو باور کرانا ہے کہ اگر ہم اپنی مذہبی تعلیم کی وجہ سے اپنے آپ کو کسی چیز کے پابند کرتے ہیں یا اپنے اوپر پابندی لگاتے ہیں تو حکومتوں یا عدالتوں کا کوئی کام نہیں کہ دخل اندازی کریں۔ اس سے بے چینیاں پیدا ہوں گی مقامی لوگوں میں اور مہاجرین میں دُوریاں پیدا ہوں گی۔ گو کہ جن کو یہ مہاجر کہتے ہیں ان کو بھی ان ملکوں میں آئے بعضوں کو تو دوسری تیسری نسل ہے۔ ہاں اگر ملک کو کوئی نقصان پہنچا رہا ہے، ملک سے کوئی بے وفائی کر رہا ہے، ملک میں جھوٹ اور نفرتیں پھیلا رہا ہے تو پھر حکومتوں کو بھی حق ہے کہ پکڑیں اور سزائیں بھی دیں۔ لیکن یہ کوئی حق نہیں کہ کسی مذہبی تعلیم پر عمل کرنے سے روک کر کہیں کہ اگر تم یہ کرو گے تو اس کا مطلب ہے کہ ملک کے ماحول میں تم جذب نہیں ہو رہے

ہم احمدیوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ بہت خطرناک زمانہ ہے۔ شیطان ہر طرف سے پُر زور حملے کر رہا ہے۔ اگر مسلمانوں اور خاص طور پر احمدی مسلمانوں، مَردوں اور عورتوں، نوجوانوں سب نے مذہبی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش نہ کی تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ہم دوسروں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں ہوں گے کہ ہم نے حق کو سمجھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا اور ہم نے پھر بھی عمل نہ کیا۔ پس اگر ہم نے اپنے آپ کو ختم ہونے سے بچانا ہے تو پھر ہر اسلامی تعلیم کے ساتھ پُر اعتماد ہو کر دُنیا میں رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ ترقی یافتہ ملکوں کی یہ ترقی ہماری ترقی اور زندگی کی ضمانت ہے اور اسکے ساتھ چلنے میں ہی ہماری بقا ہے۔ ان ترقی یافتہ قوموں کی ترقی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اب جو ان کی اخلاقی حالت ہے، اخلاق باختہ حرکتیں ہیں۔ یہ چیزیں انہیں زوال کی طرف لے جا رہی ہیں اور اسکے آثار ظاہر ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو یہ آوازیں دے رہے ہیں اور اپنی تباہی کو بلا رہے ہیں۔ پس ایسے میں انسانی ہمدردی کے تحت ہم نے ہی ان کو صحیح راستہ دکھا کر بچانے کی کوشش کرنی ہے بجائے اس کے کہ ان کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ اگر ان لوگوں کی اصلاح نہ ہوئی جو ان کے تکبر اور دین سے دوری کی وجہ سے بظاہر بہت مشکل نظر آتی ہے تو پھر آئندہ دُنیا کی ترقی میں وہ قومیں اپنا کردار ادا کریں گی جو اخلاقی اور مذہبی قدروں کو قائم رکھنے والی ہوں گی۔

پس جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ ہمیں خاص طور پر نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ دُنیا سے متأثر ہو کر اس کے پیچھے چلنے کی بجائے دُنیا کو اپنے پیچھے چلانے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ پردہ اور لباس کے حوالے سے مَیں نے بات شروع کی تھی اس حوالے سے یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں اور افسوس سے کہنا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کیا اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لیئے صرف پردہ ہی ضروری چیز ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ تعلیم اب فرسودہ ہو چکی ہے اور اگر ہم نے دنیا کا مقابلہ کرنا ہے تو ان باتوں کو چھوڑنا ہو گا (نعوذ باللہ) لیکن ایسے لوگوں پر واضح ہو کہ اگر دُنیاداروں کے پیچھے چلتے رہے اور ان کی طرح زندگی گزارتے رہے تو پھر دُنیا کے مقابلے کی بجائے خود دُنیا میں ڈوب جائیں

گے۔ نمازیں بھی آہستہ آہستہ ظاہری حالت میں ہی رہ جائیں گی یا اور کوئی نیکیاں ہیں یا دین پر عمل ہیں تو وہ بھی ظاہری شکل میں رہ جائے گا اور پھر آہستہ آہستہ وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

پس اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ اسلام کی ترقی کے لیئے ہر وہ چیز ضروری ہے جس کا خدا تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ پردہ کی سختیاں صرف عورتوں کے لئے نہیں ہیں۔ اسلام کی پابندیاں صرف عورتوں کے لیئے نہیں ہیں بلکہ مَردوں اور عورتوں دونوں کو حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے مَردوں کو حیا اور پردے کا طریق بتایا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔

(النور:31)

مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لیئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ جو وہ کرتے ہیں اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو پہلے کہا کہ غضِّ بصر سے کام لو۔ کیوں؟ اس لئے کہ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ کیونکہ یہ بات پاکیزگی کے لئے ضروری ہے۔ اگر پاکیزگی نہیں تو خدا نہیں ملتا۔ پس عورتوں کے پردہ سے پہلے مردوں کو کہہ دیا کہ ہر ایسی چیز سے بچو جس سے تمہارے جذبات بھڑک سکتے ہوں۔ عورتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا ان میں مِکس اَپ (mix up) ہونا، گندی فلمیں دیکھنا، نامحرموں سے فیس بک (facebook) پر یا کسی اور ذریعہ سے چیٹ (chat) وغیرہ کرنا، یہ چیزیں پاکیزہ نہیں رہتیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں کئی جگہ بڑی کھل کر نصیحت فرمائی ہے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ

"یہ خدا ہی کا کلام ہے جس نے اپنے کھلے ہوئے اور نہایت واضح بیان سے ہم کو ہمارے ہر یک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں حدود معیّنہ مشخصہ پر قائم کیا اور ادبِ انسانیت اور پاک رَوِشی کا طریقہ سکھلایا۔ وہی ہے جس نے آنکھ اور کان اور زبان وغیرہ اعضاء کی محافظت کے لئے بکمال تاکید فرمایا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۔۔۔ یعنی مومنوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ستر گاہوں کو نامحرموں سے بچاویں اور ہر یک نادیدنی اور ناشنیدنی اور ناکردنی سے پرہیز کریں کہ یہ طریقہ ان کی اندرونی پاکی کا موجب ہو گا۔ یعنی ان کے دل طرح طرح کے جذباتِ نفسانیہ سے محفوظ رہیں گے کیونکہ اکثر نفسانی جذبات کو حرکت دینے والے اور قوائے بہیمیہ کو فتنہ میں ڈالنے والے یہی اعضاء ہیں۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف نے نامحرموں سے بچنے کے لیئے کیسی تاکید فرمائی اور کیسے کھول کر بیان کیا کہ ایماندار لوگ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ستر گاہوں کو ضبط میں رکھیں اور ناپاکی کے مواضع سے روکتے رہیں"۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 209 حاشیہ)

پھر غضِّ بصر کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچالینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں"۔ یعنی آدھی کھلی آنکھوں سے جو چیزیں دیکھنے والی نہیں ہیں ان کو صرف دیکھنا اور نظر بچالینا اور دوسری جو جائز چیزیں ہیں ان کو کھول کر آنکھیں دیکھنا اس کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں۔ "اور ہر ایک پرہیز گار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اُٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اسکے لئے اس تمدّنی زندگی میں غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خُلق کے رنگ میں آجائے گی اور اسکی تمدّنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خُلق ہے جس کو احصان اور عفّت کہتے ہیں"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 344)

پھر ایک اور جگہ آپ نے مزید کھول کر بیان فرمایا

"مومنوں کو کہہ دے کہ نامحرم اور محلِ شہوت کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں اس قدر بند رکھیں کہ پوری صفائی سے چہرہ نظر نہ آسکے اور نہ چہرہ پر کشادہ اور بے روک نظر پڑ سکے اور اس بات کے پابند رہیں کہ ہرگز آنکھ کو پورے طور پر کھول کر نہ دیکھیں۔ نہ شہوت کی نظر سے اور نہ بغیر شہوت سے۔ کیونکہ ایسا کرنا آخر ٹھوکر کا باعث ہے یعنی بے قیدی کی نظر سے نہایت پاک حالت محفوظ نہیں رہ سکتی اور آخر ابتلا پیش آتا ہے اور دِل پاک نہیں ہو سکتا جب تک آنکھ پاک نہ ہو اور وہ مقام اَزْكٰى جس پر طالبِ حق کے لئے قدم مارنا مناسب ہے، حاصل نہیں ہو سکتا اور اس آیت میں یہ بھی تعلیم ہے کہ بدن کے ان تمام سوراخوں کو محفوظ رکھیں جن کی راہ سے بدی داخل ہو سکتی ہے۔ سوراخ کے لفظ میں جو آیت ممدوح میں مذکور ہے آلاتِ شہوت اور کان اور ناک اور مُنہ سب داخل ہیں۔ اب دیکھو کہ یہ تمام تعلیم کس شان اور پایہ کی ہے جو کسی پہلو پر نامعقول طور پر اِفراط یا تفریط سے زور نہیں ڈالا گیا اور حکیمانہ اعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس آیت کا پڑھنے والا فی الفور معلوم کرلے گا کہ اس حکم سے جو کھلے کھلے نظر ڈالنے کی عادت نہ ڈالو یہ مطلب ہے کہ تا لوگ کسی وقت فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں اور دونوں طرف مرد اور

عورت میں سے کوئی فریق ٹھوکر نہ کھاوے"۔

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 165-164)

پس یہ ہے اسلام کی تعلیم مَردوں کے لئے کہ انہیں پہلے ہر طرح پابند کیا گیا ہے۔ پھر عورتوں کو حکم دیا ہے کہ ان احتیاطوں کے بعد بھی تم نے بھی اپنے پردہ کا خیال رکھنا ہے اور ان ملکوں میں جہاں بالکل ہی بے حیائی ہے ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ پردے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے حجابی اور دوستیاں بہت سی قباحتیں پیدا کر رہی ہیں ان سے بچنے کی ہمیں بہت کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر عورتوں اور مردوں کے ساتھ سوئمنگ کی اجازت نہیں ہے تو مَردوں کو بھی نہیں ہے کہ عورتوں میں جا کر سوئمنگ کریں۔

پس یہ پابندیاں صرف عورت کے لئے نہیں بلکہ مَرد کے لیئے بھی ہیں۔ مَردوں کو اپنی نظریں عورتوں کو دیکھ کر نیچے کرنے کا حکم دے کر عورت کی عزت قائم کی گئی ہے۔ پس اسلام کا ہر حکم حکمت سے پُر ہے اور برائیوں کے امکانات کو دُور کرتا ہے۔

جرمنی میں گزشتہ جلسہ سالانہ پر مَیں نے عورتوں میں عورتوں اور مردوں کے فرق اور ان کے فرائض اور ان کے کام یعنی ہر ایک کے جو مختلف کام ہیں نیز عورتوں کے حقوق کی بات کی تو ایک جرمن خاتون آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس دوران پوری تقریر سنی تو کہنے لگیں کہ پہلے میں سمجھتی تھی کہ اسلام عورتوں کے حقوق غصب کرتا ہے لیکن آج آپ کی باتیں سُن کر مجھے پتا چلا کہ اسلام عورتوں کے حقوق اور اس کی عزت اور اسکا احترام زیادہ باریکی میں جا کر بیان کرتا ہے اور قائم کرتا ہے۔ پس کسی احمدی لڑکی یا عورت کو یا کسی لڑکے کو کسی قسم کے احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کی تعلیم ہی ہے جس نے دُنیا کو پُر امن اور اللہ تعالیٰ کی طرف لانے والا بنانا ہے۔ دنیا کو ایک وقت میں احساس ہو جائے گا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ اسلام کی تعلیم پر ہی غور کریں اور عمل کریں۔ مَردوں کو یہ حکم دینے کے بعد کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھو، عورت کی عزت قائم کرو، پھر عورت کو تفصیل سے حکم دیا کہ تم نے بھی اپنی نظریں نیچی رکھنی ہیں اور پردہ کس طرح کرنا ہے اور کس کس سے کرنا ہے۔ اگر تم ان باتوں پر عمل کرو گی تو کامیاب ہو جاؤ گی۔ چنانچہ فرمایا کہ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النور:32)

اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اس میں سے از خود ظاہر ہو۔ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کے لئے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیر نگیں مردوں کے لئے یا مردوں میں ایسے خادموں کے لئے جو کوئی (جنسی) حاجت نہیں رکھتے یا ایسے بچوں کے لئے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں۔ اور وہ اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ (لوگوں پر) وہ ظاہر کر دیا جائے جو (عورتیں عموماً) اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں۔ اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

مردوں کی نظریں بھی اور عورتوں کی نظریں بھی نیچی رکھنے اور پردہ سے ہی عورت کی عزت اور عصمت کی حفاظت ہو گی۔ ترقی یافتہ ممالک میں تو عزت اور عصمت کی حفاظت کے معیار بدل گئے ہیں۔ نامحرموں کے آپس کے تعلقات اگر لڑکے اور لڑکی کی مرضی سے ہیں تو پھر زنا نہیں کہلاتا۔ یہ اگر مرضی کے خلاف ہیں تو پھر زنا کہلایا جاتا ہے۔ جب ایسی گراوٹیں آجائیں تو ایک مومن کو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے لئے بہت زیادہ دعاؤں اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ عورت کو حجاب اوڑھا کر، پردہ کا کہہ کر اس کے حقوق سلب کئے گئے ہیں اور اس سے کچے ذہن کی لڑکیاں جو ہیں بعض دفعہ متاثر ہو جاتی ہیں۔ اسلام پردہ سے مراد جیل میں ڈالنا نہیں لیتا۔ گھر کی چار دیواری میں عورت کو بند کرنا اس سے مراد نہیں ہے۔ ہاں حیا کو قائم کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"آجکل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں۔ (یعنی قید خانہ نہیں ہے) بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ جب پردہ ہو گا، ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تامّل اور بے محابا مل سکیں، سیریں کریں کیونکر جذباتِ نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں

غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ انہی بد نتائج کو روکنے کے لئے شارعِ اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقع پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے۔ یہ انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہو گی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکُشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اُس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی"۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 35-34 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر پردہ کے طریق کے بارے میں آپ نے بتایا کہ کس طرح پردہ ہونا چاہیئے؟ فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مَردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُر شہوات آوازیں نہ سُنیں اور اپنے سَتر کی جگہ کو پردے میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سَر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے۔ یعنی گریبان اور دونوں کان اور سَر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 342-341)

یہاں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ بعض عورتیں یہ بھی سوال اُٹھا دیتی ہیں کہ ہم نے میک اپ کیا ہوتا ہے، اگر چہرے کو نقاب سے ڈھانک لیں تو ہمارا میک اَپ خراب ہو جاتا ہے۔ تو کس طرح پردہ کریں۔ اوّل تو میک اَپ نہ کریں تو پھر یہ پردہ، کم از کم پردہ ہے جس کا معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ چہرہ، ہونٹ ننگے ہو سکتے ہیں۔ باقی چہرہ ڈھانکا ہو۔ (ماخوذ از ریویو آف ریلیجنز جلد 4 نمبر 1 صفحہ 17 ماہ جنوری 1905ء) اور اگر میک اَپ خراب کرنا ہے تو بہر حال ڈھانکنا ہو گا۔ ان کو یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر چلتے ہوئے اپنی زینت کو چھپانا ہے، یا دُنیا کو اپنی خوبصورتی اور میک اَپ دکھانا ہے۔

جن کے سامنے زینت ظاہر کرنے کا حکم ہے وہ قریبی رشتہ دار ہیں، بہن بھائی ہیں، خاوند ہے، باپ ہے، ماں ہے، ان کے بچے ہیں۔ ان کے سامنے بھی صرف یہ ہے کہ ان سے پردہ نہیں ہے۔ میک اَپ وغیرہ اگر ہو سکتا ہے تو ان کے سامنے تو ہو سکتا ہے اس کے علاوہ نہیں۔ زینت ظاہر کرنے کا حکم جن کے سامنے ہے اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دے دی اور وہ تمام رشتے بیان کر دیئے ہیں اور یہ زینت بھی وہ ہے جو خود بخود ظاہر ہوتی ہو یعنی اس قسم کی زینت جیسے شکل ہے، قد کاٹھ وغیرہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے سامنے بھی گھر میں بھی تنگ جین اور بلاؤز پہن کے پھر رہی ہوں یا ننگا لباس ہو۔ یہ پردہ محرم رشتہ داروں کے لئے بھی ہے۔

اسی طرح ایک اور بات میں مربّیان اور ان کی بیویوں سے بھی کہوں گا کہ وہ بھی اپنے لباس اور اپنی نظروں میں بہت زیادہ احتیاط کریں۔ ان کے نمونے جماعت دیکھتی ہے۔ مربی اور مبلغ کی بیوی بھی مربی ہوتی ہے اور اس کو اپنی ہر معاملے میں اعلیٰ مثال قائم کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے مرد بھی اور ہماری عورتیں بھی حیا کے اعلیٰ معیاروں کو قائم کرنے والے ہوں اور اسلامی احکامات کی ہر طرح ہم سب پابندی کرنے والے ہوں۔ آمین۔

درخواستِ دُعا

مکرمہ نجمہ شکیل صاحبہ اہلیہ سجّاد احمد شکیل صاحب آف احمدیہ ابوڈ آف پیس تحریر کرتی ہیں کہ میری بیٹی عزیزہ علیشہ شکیل بنت سجاد احمد شکیل صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 6 سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عزیزہ کی تقریبِ آمین حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ کینیڈا کے دوران مؤرخہ 24 اکتوبر 2016ء کو حضورِ انور کے دستِ مبارک سے انجام پائی ہے۔ الحمد للہ۔ احباب سے بچی کی دینی اور دُنیاوی ترقیات، نیک قسمت اور صحت و عافیت والی لمبی زندگی کی دُعا کی درخواست ہے۔

مکرمہ عطیہ خاور صاحبہ ونی پیگ سے اپنے بچوں زواخاور، تحریم خاور، سعد حسن کے نیک، لائق اور خادمِ دین ہونے کے لئے درخوستِ دُعا کرتی ہیں۔

دورِ جدید اور ہماری روایات

صدف علیم صدیقی ____ لائیڈ منسٹر

اشرف المخلوقات کہلائے جانے والے اس جاندار نے بہت سے دور دیکھے۔ ایک وہ دور تھا جب انسان عقل و شعور کی منازل طے کر رہا تھا۔ کچا گوشت کھاتا اور نیم برہنہ پھرتا، جنگلوں اور غاروں میں اسکی رہائش تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے دنیا کا نقشہ بدل دیا جب یہ اپنی عقل و دانش کو استعمال میں لایا تو حقیقتاً اُس نے ستاروں پر کمند ڈال دی۔ زمین کی تہہ میں چھپی اشیاء دریافت کیں تو دوسری طرف سمندر کی گہرائی تک جا پہنچا۔ چاند سے آگے تک کے سیاروں کی سیر کر آیا۔ ایسی ایسی ایجادات ظہور میں آئیں کہ جنہوں نے انسانی زندگی کو بالکل بدل کر رکھ دیا۔ ہر کام کے لیے نت نئی مشینیں ایجاد ہو گئیں اور یہاں تک کہ دُنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والوں کی دوریاں سمٹ کر رہ گئیں۔ آج پوری دنیا کی معلومات کمپیوٹر کے ایک کِلک (click) کی محتاج ہیں انسان نے اپنے آرام اور سہولت کے لیے ہر ممکن چیز تلاش کی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

"محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی"

جس جدید دور میں ہم سانس لے رہے ہیں۔ وہاں ایک طرف تو تیزی سے ترقیات ہو رہی ہیں لیکن دوسری طرف انسان کی انسانیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ وہ مثالی دور جسے "خیر القرون" کہا گیا وہ آنحضرتؐ کا دور تھا اسکے بعد آپکے خلفائے راشدین کا دور آیا۔ جس عہد میں اسلام کا سورج تابندہ تھا۔ عبادات، روحانیت اور اخلاقی قدروں سے لے کر حکومت، اقتدار اور غلبۂ اسلام تھا۔ جبکہ آج اخلاقی اقدار کی پامالی زندگی کے ہر شعبے میں ہو رہی ہے اور ہر شخص خود کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد کرانے کی سعیٔ لاحاصل کر رہا ہے۔ ایسی پیچیدہ صورتحال میں عملی زندگی کا متاثر ہونا لازمی امر ہے۔ عہد حاضر کی گمراہی اور غلط کاری کا اثر و ثمر آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے باعثِ عذاب بن جائیگا۔ آجکل دنیا (ظهر الفساد فی البر والبحر (الروم:42) یعنی فساد خشکی پر بھی غالب آگیا اور تری پر بھی) کا نمونہ پیش کر رہی ہے۔ دنیا میں ہر طرف گمراہی اور ضلالت کا دور دورہ ہے۔

جدھر دیکھو اَبرِ گُنہ چھا رہا ہے۔۔۔۔ گناہوں میں چھوٹا بڑا مبتلا ہے (کلامِ محمود)

اس زمانے میں شیطان نے نت نئے حربوں سے اسلام پر حملہ کیا ہے اور گناہوں کو اِتنا پُر کشش، لذت آمیز بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ علم رکھنے کے باوجود انسان گہری کھائیوں میں گرتا چلا جا رہا ہے۔ گناہوں کی اس آگ سے بچنے کے لیے خدا تعالیٰ کتابِ رحمان میں فرماتا ہے۔

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورہ التحریم:7) ترجمہ: اپنے آپکو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

جب بھی زمین پر گمراہی نے قبضہ کیا تو معبودِ حقیقی نے انبیاء کو مبعوث کیا اور اُن کو بشیر کے ساتھ ساتھ نذیر بھی بنا کر بھیجا تا لوگ عبادُالشیطٰن کی بجائے عباد الرحمان بن جائیں۔ ہر زمانے میں مزکّی بندوں کے لیے کشتی نوح تیار ہوتی رہی اور اس زمانے میں بھٹکتی ہوئی اور حق کی متلاشی روحوں کے لیے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث کیا گیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ اُن گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں"۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ نمبر 11)

آجکل ہم جدید دور میں سانس لے رہے ہیں۔ نئی نسل نے پرانی روایات کو متروک کر دیا ہے۔ نئے دور کے نئے تقاضے ہیں جن کے ساتھ ہم آہنگ ہونے اور اُنکے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے میں ہم نے اپنے آپ کو ہلکان کیا ہوا ہے۔ ہم جو اپنے ملک چھوڑ کر مغربی ممالک میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ آہستہ آہستہ اپنی اقدار کو بھولتے جا رہے ہیں۔ وہ اخلاق جو ہماری روایات کے آئینہ دار ہیں۔ وہ اخلاق جو ہماری تہذیب نے ہمیں سکھائے ہیں۔ مغربی رنگ میں رنگنے اور ماڈرن کہلانے کے شوق میں ہم آدھے تیتر آدھے بٹیر بن چکے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مغربی تقلید سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم اور مغربیت ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے یا ہم زندہ رہیں گے یا مغربیت زندہ رہے گی"۔ خطاباتِ مریم جلد دوم صفحہ 30)

تو ہم جو آپ کی روحانی اولاد ہیں یہ نصائح ہم سب کے لیے بھی ہیں۔ ہم جو اپنے اصل کو بھولتے جا رہے ہیں ہمیں اپنی نسلوں کی بقاء کے لیئے ایسی پُرانی روایات کا

پلّہ تھامے رکھنا چاہیئے جن کے باعث ہمارے بزرگوں نے ہماری اور ہمارے ماں باپ کی احسن رنگ میں تربیت کی اور جس کے باعث اُنہوں نے جنت نظیر گھروں کی مثالیں رقم کیں۔

ایک وہ دور تھا جب گھر کے باہر کی ہر ایک ذمہ داری مرد پر تھی اور عورت کے اختیارات کا دائرہ کار گھر کا انتظام و انصرام تھا اور عورت ہر کام احسن رنگ میں انجام دیا کرتی تھی۔ مصالحے تک گھروں میں پستے، اچار، چٹنیاں، مربے، گھروں میں بنتے۔ کپڑے گھر میں سلتے سویٹر بُنے جاتے۔ مگر آہستہ آہستہ جب عورت کیریئر ویمن بننے لگی اور مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے لگی تو بچے آیاؤں کے ہاتھ پلنے لگے یا ڈے کیئر کے سپُرد ہونے لگے۔ کھانے بازار سے آنے لگے اور گھر ایک سرائے بن کر رہ گیا۔

سارے دن کی تھکی ہاری عورت شوہر، گھر اور بچوں کی ذمہ داری اُس طرح نہیں اٹھا سکتی اور نتیجتاً وہ جلدی تھکنے لگی۔ اندر اور باہر کی ذمہ داریاں اُسے اپنی اصل ذمہ داری سے دُور کر دیتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں ٹینشن اور ڈپریشن جیسی کیفیات جنم لیتی ہیں۔ اولاد جس کو پروان چڑھنے کی عمر میں والدین کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ بچوں کی توجہ بٹانے کے لیے والدین انکو الیکٹرونکس خرید دیتے ہیں اور جب بچے اِن چیزوں کے عادی ہوتے جاتے ہیں تو والدین کی مداخلت بھی اولاد کو بُری محسوس ہوتی ہے۔ وہ گھر سے باہر محبت اور سکون تلاش کرتے ہیں اس طرح گھر کی جنت کا تصور بکھر کر رہ جاتا ہے اور وہ وقتی لذتیں، عارضی سکون انہیں مذہب سے بھی دور کر رہے ہوتے ہیں اور انسانیت سے بھی۔ جن بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے ماں، باپ مل کر محنت کر رہے ہوتے ہیں وہ بچے تو اُن کے رہتے ہی نہیں۔

پہلے دور میں لوگ قناعت کی دولت سے مالا مال تھے۔ فردِ واحد ہی کل خاندان کی کفالت کرتا تھا۔ آج بھی اگر ضرورت اور خواہش میں فرق تلاش کر لیا جائے تو بہت سے مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو ماں کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور یہ کمی کوئی بھی پوری نہیں کر سکتا۔ اشد مجبوری کے علاوہ صرف دوسروں کی دیکھا دیکھی نوکری کے لیے گھر سے باہر نہ نکلیں۔ بچوں کے بڑا ہونے پر یہ شوق پورا کیا جا سکتا ہے۔ بحیثیت ماں ایک عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری تربیت اولاد ہے۔ بچوں کو اُنکی روایات سے روشناس کروانا، اُنکو ایک باخدا انسان بنانا ہے۔ جماعت کی خدمت کے لیے تیار کرنا ہے۔ بذاتِ خود نوکری بُری چیز نہیں ہے مگر بہت سی اعلیٰ تعلیم یافتہ پروفیشنل ڈگری ہولڈر اپنے بچوں اور گھر کی خاطر اپنے کیریئر کی قربانی کرتی ہیں اور بچوں کے بڑا ہونے پر اپنی تعلیم کو استعمال میں لاتی ہیں۔ تا بچوں کی تربیت اور پرورش کے فرائض بخوبی نبھا سکیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جسمانی اولاد کے لیے دعا کی تھی

"نہ آوے اُن کے گھر تک رُعبِ دَجال" (دُرِّ ثمین)

دجال یعنی عیسائیت کی تعلیم سے وہ متاثر ہونے والے نہ ہوں۔ تو ہم جو آپکی روحانی اولاد ہیں ہمیں بھی دجالی فتنے سے بچنے کی از حد ضرورت ہے۔ تربیت اولاد کے ضمن میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ بچے وہ نہیں کرتے جو ہم ان سے کہتے ہیں بلکہ وہ ایسا کام کرتے ہیں جو ہمیں کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

حدیث نبوی ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ

(ترجمہ) تم میں سے ہر شخص کی حیثیت ایک چرواہے کی ہے۔ جس سے اُسکے ریوڑ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری کتاب الجمعہ)

یعنی ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ میں ایک نگران کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج ہمارے پاس دنیا کی ہر نعمت، ہر آسائش موجود ہے۔ ہمارا طرزِ زندگی بہت بلند ہے۔ مگر کیا ہمارے گھر سکون کی دولت سے بھی مالا مال ہیں؟ کیا اطمینان قلب ہمیں نصیب ہے؟ کیا ہماری اولاد خلافت کی کامل اطاعت گزار ہے؟ کیا ہم اپنے عہد بیعت کو صحیح رنگ میں پورا کر رہے ہیں؟ کیا ہمارا پردہ اسلامی طرز کا ہے؟ کیا ہمارے گھر، گھر والوں کو سکون فراہم کر رہے ہیں؟ کیا ہمارے بچے ہماری معمولی کوشش کے ذریعہ وہ اعلیٰ اخلاق سیکھ رہے ہیں جو اُن کو قرّۃ العین ثابت کریں؟ یہ اور اسی طرح کے بہت سے سوال ہمیں اپنے آپ سے کرنے کی ضرورت ہے۔ خدا کرے کہ جو جواب آئیں وہ ہمیں بے چین کرنے والے نہ ہوں۔

حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ احمدی عورتوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ اپنے گھروں کی تعمیرِ نو کی کوشش کریں۔ اپنے گھروں کو جنّت نشان بنائیں۔ اپنے تعلقات میں انکسار اور محبت پیدا کریں۔ ہر اُس بات سے احتراز کریں جس کے نتیجہ میں رشتے ٹوٹتے ہوں اور نفرتیں پیدا ہوتی ہوں۔ آج دنیا کو سب سے زیادہ گھر کی ضرورت ہے۔ اس کو یاد رکھیں اور یہ گھر اگر احمدیوں نے دنیا کو مہیا نہ کیا تو دنیا کا کوئی معاشرہ بنی نوع انسان کو گھر مہیا نہیں کر سکتا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے"۔ آمین۔ (خطاب فرمودہ 28 جولائی 1990، بر موقع جلسہ سالانہ مستورات برطانیہ)

خدا کرے کہ ہم خلیفہ وقت کے لیے قرۃ العین بننے والے ہوں۔ اپنی روایات کے علمبردار ہوں۔ خدا کرے کہ ہم وہ بنیں جن پر خدا تعالیٰ کے پیار کی نظر پڑے۔ ہم حقیقی رنگ میں وہ اُمّتی بنیں جن کی شفاعت کا ہمارے پیارے رسولؐ نے خدا تعالیٰ سے وعدہ لیا ہوا ہے۔ ہم وہ بنیں کہ جن پر مسیح پاک کو فخر ہو۔ جن کے لیے خلیفہ وقت کی دعائیں ایسے نکلیں جیسے ماؤں کے دل سے اپنی اولاد کی تکلیف کے وقت نکلتی ہیں۔

(آمین یارب العالمین)

میرے مولا کٹھن ہے راستہ اس زندگانی کا
مرے ہر ہر قدم پہ خود رہِ آسان پیدا کر
تری نصرت سے ساری مشکلیں آسان ہو جائیں
ہزاروں رحمتیں ہوں فضل کے سامان پیدا کر
جو تیرے عاشقِ صادق ہوں فخرِ آلِ احمد ہوں
الٰہی نسل سے میری تُو وہ انسان پیدا کر (دُرِّعدن)

ماں کے قدموں تلے جنّت کیونکر ہو

ماخوذ از اوڑھنی والیوں کے لئے پھول

حدیث میں آتا ہے کہ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ یعنی جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔(سُنن نسائی)

اس جنت کا حصول اتنا سہل نہیں ہے کیونکہ یہ دائمی جنت ماں باپ کی دن رات کی کٹھن کوششوں کے بعد ہی قابلِ حصول ہے۔

ہمیشہ سے کہا جاتا ہے کہ بچے کی تربیت اُس کے پنگوڑھے سے شروع ہوتی ہے کیونکہ بچہ نیک فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اُس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا لیکن یہ ماں باپ کی اخلاقیات ہیں جو معصوم بچے کی پرورش میں اور آئندہ آنے والی نسلوں میں راسخ ہوتی ہیں اس سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی چند بیش قیمت نصائح پیشِ خدمت ہیں۔

"رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہری طور پر جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے بلکہ یہ ہے کہ ماں کی اچھی تربیت سے جنت مل جاتی ہے اور اگر ماں اچھی تربیت نہ کرے، بچہ کے اخلاق کی اصلاح نہ کرے، اُس کو مذہب سے واقف نہ کرے تو بچہ کی حالت تباہ ہو جاتی ہے اور قطعاً ایسی ماں کے قدموں کے نیچے جنّت نہیں ہوتی۔ بے شک باپ مقوّم ہوتا ہے ، قَیم ہوتا ہے، نگران ہوتا ہے وہ اکثر معیشت کی فکر میں گھر سے باہر رہتا ہے اور بہت کم وقت اُسے گھر میں رہنے کے لیے ملتا ہے اور اس تھوڑے سے عرصے میں وہ بچوں کی پوری نگرانی نہیں کر سکتا۔ بچے کی وہ عمر جس میں وہ نقّال ہوتا ہے اور باتیں سیکھتا ہے، پانچ چھ سال کی ہوتی ہے۔ اُس وقت نہ باپ اس کی اصلاح اور نگرانی کر سکتا ہے اور نہ وہ اس عمر میں کسی اُستاد یا ادب سکھانے والے کے پاس جا سکتا ہے جس سے وہ اخلاق سیکھے۔ ۔۔۔۔پس جو اولاد اچھی نہ ہو لوگ اُسکی ماں کو بُرا کہیں گے اور اگر اولاد اچھی ہو تو لوگ اُس کی ماں کی تعریف کریں گے۔ کیونکہ ابتدائی تربیت جس کا اثر بعد کی زندگی پر پڑتا ہے ماں ہی کرتی ہے۔۔۔۔بچہ ہر وقت اپنی ماں کا سلوک اور محبت دیکھتا ہے۔ پھر وہی عادات جو اُسکی ماں ہوتی ہیں خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری اُس بچہ میں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے ذریعے انسان میں ایسا اہم تغیر پیدا ہو جاتا ہے جس کا بعد میں آنے والی زندگی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے"۔(30 جون 1937ء از اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 313-312)

1-"میں احمدی ماؤں کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کرنے کیلئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ وہ انہیں لغو، مخرب اخلاق اور بے سروپا کہانیاں سنانے کی بجائے نتیجہ خیز، مفید اور دیندار بنانے والے قصّے سنائیں۔ اُن کے سامنے ہرگز کوئی ایسی بات چیت نہ کریں جس سے کسی بد خلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ بچہ اگر نادانی سے کوئی بات خلاف مذہبِ اسلام کہتا ہے یا کرتا ہے اسے فوراً روکا جائے اور ہر وقت اس بات کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے قلب میں جاگزیں ہو"۔(الفضل 10 ستمبر 1913ء از اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 2)

2-"عام علاجوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کو بعض مفید فقرے یاد کرا دئے جائیں۔ جن میں اُن کو بتایا جائے کہ ہم یہ کریں گے یہ نہیں کریں گے۔ اس کا بھی بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ دوسری بات جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے دعا کی عادت ڈالی جائے۔ کیونکہ ذکرِ الٰہی کے بغیر سونا جائز بھی نہیں۔ آنحضرت ﷺ بلاناغہ آیۃ الکرسی اور تینوں قُل پڑھ کر اپنے بدن پر پھونکا کرتے تھے۔ جس بات کو آپ بلاناغہ کریں وہ سُنت کہلاتی ہے پس جس طرح نماز کی سُنّتیں ضروری ہیں اسی طرح یہ سنّت بھی ضروری ہے اور اگر اُن کو ترک کرنے میں گناہ ہے تو پھر اسکے ترک کرنے میں بھی گناہ ہونا چاہیے"۔

(تقریر فرمودہ 1925ء از اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 160)

3-"بے دین اور دین سے متنفر وہی بچہ ہو گا (الّا ماشاء اللہ) جس کے والدین اس کے سامنے دین کے استخفاف کرتے ہوں۔ ماں اگر نماز نہیں پڑھتی، نماز کے اوقات کا احترام ملحوظ نہیں رکھتی تو ضرور ہے کہ بیٹا بھی بڑا ہو کر ایسا ہی کرے۔ جس بچے کے ماں باپ نمازی ہوں میں نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ باوجود کچھ نہ سمجھنے کے اُسی طرح نماز کے وقت پر نماز کی رکعتیں پڑھتے ہیں۔ یہ عادت ایسی مبارک ہے کہ جوانی میں آخر کام آتی ہے۔ اور یہ ابتدائی بیج اپنے اندر ایسے خوشگوار ثمرات رکھتا ہے کہ بڑی عمر میں ڈھیروں روپیہ خرچ کرنے پر بھی حاصل نہیں ہوتا"۔

(الفضل 10 ستمبر 1913ء از اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 1)

4-"اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو، اُن کو آزاد نہ ہونے دو کہ حدود اللہ کو توڑنے لگیں۔ اُن کے کاموں کو انظباط کے اندر رکھو اور ہر وقت نگرانی رکھو، اپنے ننھے بچوں کو

اپنی نوکرانیوں کے سپرد کر کے بالکل بے پروانہ ہو جاؤ کہ بہت سی خرابیاں صرف اِسی ابتدائی غفلت سے پیدا ہوتی ہے"۔

(الفضل 10 ستمبر 1913ء از اوڈھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 2)

5-"ماں اپنے بچے کو باہر بھیج کر خوش ہوتی ہے کہ مجھے کچھ فرصت مل گئی ہے لیکن اُسے کیا معلوم ہے کہ میرا بچہ کن کن صُحبتوں میں گیا اور مختلف نظاروں سے اُس نے اپنے اندر کیا بُرے نقش لئے جو اُس کی آئندہ زندگی کیلئے نہایت ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔ پس احتیاط کرو کہ اِس وقت کی تھوڑی سی احتیاط بہت سے آنے والے خطروں سے بچانے والی ہے۔ خود نیک بنو اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں"۔(الفضل 10 ستمبر 1913ء از اوڈھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 2)

6-"جب کوئی چیز آئے تو ماں بچے کو سکھائے کہ یہ اللہ میاں نے بھجوائی ہے جو ہمیں رزق دیتا ہے، ہماری حاجتیں پوری کرتا ہے، ہماری دعاؤں کو سنتا ہے ہمیں چاہیئے کہ اس کا شکر ادا کریں۔ بچہ کھانے پینے بیٹھے تو ماں باتوں ہی باتوں میں اُسے سمجھا سکتی ہے کہ یہ کھانا کتنی محنت اور کس قدر تبدیلیوں کے بعد تیرے سامنے آیا ہے حالانکہ تجھے کچھ بھی محنت نہیں کرنی پڑی یہ سب اُس پاک مولیٰ کا احسان ہے جس نے اوّل ان چیزوں کو پیدا کیا پھر ایسے اسباب مہیّا کئے کہ وہ تیرے لئے تیار ہوا اور اب وہی پاک ذات ہے جو تیرے لئے اسے نافع بنائے"۔

7-"اسی طرح مائیں اگر چاہیں تو بچوں کو سوتے وقت تارے چاند اور آسمان۔ دن کو دوسرے نظارہ ہائے قدرت کی طرف متوجہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلا سکتی ہیں"۔(الفضل 10 ستمبر 1913ء از اوڈھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 2-1)

8-"بعض لوگ بچوں کو چڑاتے ہیں اور ان کے سامنے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ماڑوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک دو دفعہ کے بعد بچہ وہی شکل بنا کر اُسی طرح ہاتھ اٹھا کر کہنے لگ جاتا ہے ماڑوں۔ بعض احمق بچوں کو پیار سے گالیاں دیتے ہیں بچے آگے سے اُسی طرح گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ بعض عورتیں اپنے بچوں سے ہمیشہ منہ بنا کر بات کرتی ہیں تو اُن کے بچے بھی ہمیشہ منہ پھلا کر بات کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو عورتیں ہنس مکھ ہوں۔ بچوں سے نیک سلوک کی عادی ہوں اُن کی اولاد بھی ویسی ہی ہنس مکھ ہو جاتی ہے۔ ماؤں کو چاہیئے کہ بچوں سے ایسا سلوک کریں جس کو نقل کرنے پر وہ ساری عمر ذلیل و خوار نہ ہوں بلکہ ہمیشہ کیلئے اُن کے اخلاق درست ہو جائیں"۔(الفضل 3 ستمبر 1913ء از اوڈھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 1)

9-"اگر کوئی قوم اعلیٰ اخلاق اور پسندیدہ اعمال میں ترقی کر سکتی ہے تو اس کے لئے بہترین ذریعہ یہی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کی بھی کوشش کرے مگر اپنی نسل کی اصلاح کرے اور اُسکے اخلاق کی خاص نگرانی کرے۔ بچپن کے زمانہ میں جہاں بچہ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ اخلاقِ فاضلہ سیکھ سکتا ہے وہاں اگر اُس کی نگرانی نہ کی جائے اور اُس کے اخلاق خراب ہو جائیں تو ایسا خطرناک ہو جاتا ہے کہ دوسرے بچوں کے اخلاق کو بھی بگاڑ دیتا ہے۔۔۔۔ ایک لڑکے کو اگر جھوٹ بولنے کی عادت ہو گی یا گالیاں دینے یا چوری کرنے کی تو جتنے لڑکوں کا اُس سے تعلق ہو گا وہ سارے کے سارے اُن حرکات میں اُس کی نقل کریں گے اور اس طرح وہ بھی جھوٹ بولنے، گالیاں دینے اور چوری کرنے کے عادی ہو جائیں گے۔ تو بچپن کا زمانہ نہ صرف یہ کہ اخلاقِ فاضلہ سیکھنے کا بہت بڑا میدان ہے بلکہ دوسروں کے اخلاق بگاڑنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے"۔

(تقریر فرمودہ 1925ء از اوڈھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 157)

مضمون کی طوالت کے باعث صرف چند پہلو پیشِ خدمت ہوئے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ ہمیں سُنّتِ رسول ﷺ، نصائح حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے احمدیت سے ہر آن فیض یاب ہونے اور اپنی آئندہ نسلوں کی بہترین رنگ میں تربیت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

آ قادی خدمت وچ، اک عرضی

راشدہ سیال۔۔۔ آٹوا	'تضمین بابا بلھے شاہ'
ساڈے وہیڑے آیا کر	ساڈے وہیڑے آیا کر
دُوریاں دے غم دیکے	سانوں نہ رُوایا کر
تیریاں جدائیاں وچ	دل زنگ ہو جاندے نیں
اکھیاں دے اگے جیویں	اندھراتے آندے نیں
اکھیاں نوں دید دیکے	دل چمکایا کر
وڈے وڈے کم تیرے	اُچے اُچے تیرے پھیرے
قدماں دی دھول دے وی	ذرے چمکایا کر
خار تیرے ہجر دا اے	پُھلاں دی بہار وچ
قسمتاں دے دھنی جاندے	تیرے دربار وچ
آپڑی دہلیز اُتے	سانوں وی بلایا کر
برکتاں تے فضلاں وِچ	حصہ ساڈا پایا کر
تیری تصویر دیاں	برکتاں ضرور نیں
اکھیاں دی دید دیاں	گلاں کج ہور نیں
چھیتی چھیتی آ کے چناں	مکھڑا وکھایا کر
دور دیاں باسیاں دی	عید بنڑایا کر
ساڈے وہیڑے آیا کر	
سوہنیا وے سوہنیا	نہ صبر آزمایا کر
ساڈے وہیڑے آیا کر	ساڈے وہیڑے آیا کر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی

شادی شُدہ واقفاتِ نو بچیوں کو نصائح

1- واقفاتِ نو شادی کے بعد اپنی زندگی کیسے گزاریں؟

اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پہلے تو یہ ہے کہ اپنے اماں ابّا کو کہو اور خود بھی کوشش کرو کہ ایسے لڑکے سے شادی کرو جو نیک ہو، دیندار ہو، نمازیں پڑھنے والا ہو۔ تاکہ وقفِ نو کے کام کو پورا کرنے میں روک نہ ڈالے۔ دوسرا یہ کہ جب شادی ہو جاتی ہے تو مختلف طبیعتیں ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ ایڈجسٹ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ کوئی کامل نہیں ہوتا۔ ہر ایک میں چھوٹی چھوٹی کمیاں، برائیاں، خامیاں ہوتی ہیں اسلئے اگر کوئی خاوند، کوئی بیوی دوسرے کی برائی دیکھے تو اپنی آنکھ بند کرلے۔ بولنے کی جہاں ضرورت پڑے اور تبصرہ کرنا ہو تو زبان بند کرلو۔ اگر کوئی تمہارے پاس آکر ایک دوسرے کی برائی سنانا چاہے تو کان بند کرلو۔ اگر اچھی چیز دیکھو تو منہ سے تعریف کرو۔ اچھی بات ضرور سُنو، دیکھو۔ بس یہ تین برائیوں سے منہ پھیر لو اور اور تین اچھائیاں کرلو تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ (کلاس منعقدہ 14 اکتوبر 2016ء شائع شدہ الفضل انٹرنیشنل 9 دسمبر 2016ء)

2- کیا ایک واقفہ نو بچی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک واقفِ نو سے ہی شادی کرے؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ ضروری نہیں ہے لیکن خفیہ طور پر کوئی شادی نہیں ہونی چاہیئے۔ واقفِ نو بچیاں کسی بھی احمدی لڑکے سے شادی کر سکتی ہیں لیکن لڑکا اچھے کردار کا ہونا چاہیئے اور اس شادی کے بعد بھی آپ واقفین کی طرح خدمت کریں گی۔

(شائع شدہ الفضل انٹرنیشنل 25 اکتوبر 2013ء)

3- میری شادی مربی سلسلہ سے ہوئی ہے۔ واقفہ نَو اور پھر ایک مربی کی بیوی ہونے کے لحاظ سے میری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آپ کی ذمہ داری دوہری ہو جاتی ہے۔ اپنے گھر کو بھی سنبھالیں، اپنے آپ کو نمونہ بنائیں اور جہاں بھی مربی کا تقرر ہوتا ہے وہاں لوگ آپ کو دیکھیں گے، آپ کو ہر لحاظ سے نمونہ ہونا چاہیے۔ نمازوں کے لحاظ سے، تربیت کے لحاظ سے، آپ کی باتوں کے لحاظ سے، آپ کے عمل کے لحاظ سے، آپ کے پردے کے لحاظ سے اور ہر لحاظ سے مربی کی بیوی کو نمونہ ہونا چاہیئے اور عاجزی کے لحاظ سے انکساری ہونی چاہیئے۔ عاجزی بھی بہت زیادہ ہو۔ (شائع شدہ الفضل انٹرنیشنل 15 نومبر 2013ء)

4- جب ہماری شادی ہوتی ہے تو ہمارے اوپر گھر، فیملی کی یا بچوں کی ذمہ داری آتی ہے، اُس وقت ہم اپنے وقفِ نو ہونے کا رول صحیح طریقے سے کیسے ادا کر سکتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانچوں نمازیں فرض ہیں وہ پڑھو۔ اگر تہجد پڑھ سکتی ہو تو وہ پڑھو، قرآن شریف پڑھو، اس کا ترجمہ پڑھو۔ اگر لجنہ کا کوئی کام تمہارے سپُرد ہوتا ہے تو وہ جس حَد تک ہوتا ہے وہ کرو۔ پھر سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ جو بچے ہیں ان کی ایسی تربیت کرو کہ ان کا اللہ سے تعلق پیدا ہو جائے۔ خاوند کو یہ Realise کرواؤ کہ مَیں وقفِ نو ہوں اور میرا کام یہ ہے کہ اپنی بھی تربیت کرنا اور اپنے گھر کی بھی تربیت کرنا۔ اپنے بچوں کی تربیت کرنا اس لیئے تم بھی اس میں میرا ساتھ دو۔ کیونکہ اگر خاوند، باپ بچوں کی تربیت میں اپنا کردار ادا نہ کر رہا ہو تو پھر بچوں کی صحیح تربیت نہیں ہوتی۔ تو سب سے بڑی ذمہ داری گھر کی ہے اور تم لوگوں کے لئے یہی بہت بڑا ثواب ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے کہا کہ ہمارے جو خاوند ہیں وہ کماتے ہیں، جہاد پر بھی جاتے ہیں، چندے بھی دیتے ہیں اور بہت سارے ایسے کام کرتے ہیں جو باہر مرد کرتے ہیں۔ ہم عورتیں وہ کام گھروں میں نہیں کر سکتیں تو کیا جہاد اور چندہ دینے کا جو ثواب ہے وہ ہمیں بھی ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ملے گا کیونکہ تم ان کے گھر کی اچھی طرح نگرانی کرتی ہو اُن کے بچوں کی تربیت کرتی ہو اور اُن کی غیر حاضری میں بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہو۔ پھر جو نیک نسل پیدا ہو رہی ہے اس وجہ سے تو تمہیں بھی اس کا اُتنا ہی ثواب ملے گا۔ پھر یہ بھی برداشت کرتی ہو کہ اپنے خاوندوں کو بھیجتی ہو کہ جاؤ دین کی خدمت کرو۔ اور اگر خاوند دُنیا کی خدمت بھی کر رہا ہے دین کی نہیں بھی کر رہا تو یہ بھی حدیث میں ہے کہ عورت جو ہے وہ گھر کی نگران ہے۔ پس ذمہ داری جو وقفِ نو کی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نئی نسل کو احمدیت پر قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ سے اُس کا تعلق جوڑو۔ (شائع شدہ الفضل انٹرنیشنل 22 نومبر 2013ء)

دورِ جدید میں صراطِ مستقیم کی تلاش

سعیدہ باسط بقاپوری-----احمدیہ ابوڈ آف پیس

ارشادِ ربّانی ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَھُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُھُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡھٰىھُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡھِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۞ (الاعراف:158)

ترجمہ: جو اس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے اور اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

دورِ حاضر کا معاشرہ مشرقی ہو یا مغربی، مذہبی دنیا ہو یا غیر مذہبی، دولت مند ہو یا مفلس اور غریب، دنیوی عیش و آرام میں مست ہو یا فاقہ مستی سے حواس باختہ امن و سلامتی کی راہ سے ہٹا ہوا ہے بلکہ اس سے بہت دُور ہے۔ مادہ پرستی کے اس زمانے میں شاید ہی کوئی اتنا خوش نصیب ہو گا جو اس طوفان کی زد سے دُور اور امن و عافیت کے حصار میں ہو۔ تقریباً ہر ایک کا ذہنی سکون اور دلی آرام مفقود ہو چکا ہے۔

لوگوں نے مقصدِ زندگی اب صرف مال و دولت اور دنیاوی فوائد کا حصول بنا لیا ہے۔ پھر ان کے حصول کے لئے جائز و ناجائز ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ نیک روایات جن کی موجودگی سے انسان انسان کہلانے کا مستحق تھا، ناپید ہو گئی ہیں اور انسان اپنے اصل مقصد سے دور جا پڑا ہے۔ یہ سب کچھ غیر قوموں کی اندھا دھند تقلید اور اخلاقی بے راہ روی کا نتیجہ ہے۔ اسی آزادی کے باعث نت نئے فیشن جنم لیتے ہیں اور دین حق ہمیں جن باتوں سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے اُن سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ اسی طرزِ عمل سے اسلامی معاشرے کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ ہر قسم کی بدعتیں، بد رسمیں اور بُرائیاں ہماری معاشرتی زندگی میں راہ پا گئی ہیں۔ ہمارا پیارا مذہب ہمیں بہت خوبصورت درس دیتا ہے دین حق کی تعلیم نہ ہمیں حد سے بڑھنے کا سبق دیتی ہے اور نہ ہی حد سے گرنے کا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ قف (آل عمران:20)

ترجمہ: یقیناً اصل دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ جو کامل فرمانبرداری سکھاتا ہے۔ اور وہ کامل فرمانبرداری کیا ہے؟ یہی کہ انسان اپنے پیدائش کے مقصد کو پہچانے اور اپنے پیدا کرنے والے سے محبت کا تعلق قائم کرے اور اس کی تعلیم اور احکامات پر عمل کرے تا کہ خدائی انعامات کا وارث ہو۔ اس آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور آپؑ نے دعویٰ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور اتباع میں مسیح موعود اور امام مہدی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اور میری بعثت کا مقصد یہ ہے کہ تمام دنیا کو اسلام اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی طرف بلایا جائے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"صراطِ مستقیم فقط دینِ اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں۔ جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں۔ اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے"۔ (براہین احمدیہ جلد 4۔ صفحہ:557)

نوجوان نسل کا مستقبل

آج کے جدید دور میں جدید تقاضوں کے باعث ذہنی کشمکش اور ذہنی پریشانی بڑھ گئی ہے۔ بیشتر لوگ یہ شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے لیکن اس پر غور کرنے والے بہت کم لوگ ہیں کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ کون سے عوامل ہیں جو نوجوانوں کو اس طرف لاتے ہیں؟ مایوسی،

ڈپریشن اور منشیات کے شکار لوگوں کے تجزیہ سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ بعض اوقات ایسے افراد کی صحیح راہنمائی نہیں ہوتی۔ کوئی اُن کی بات سمجھنے یا سننے والا نہیں ہوتا۔ موجودہ تیز رفتار دور میں والدین اور اُستاد کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ اُن کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کریں یا اُن کے پاس بیٹھیں۔ زمانے کی تیز رفتاری میں انسانی خلوص اور ہمدردی جیسے قیمتی موتی ناپید ہو چکے ہیں۔ جس کے باعث دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہماری آنے والی نسل کا مستقبل کیسا ہو گا؟

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

" آج کل کے نوجوان جن کو دین سے رغبت نہیں، دنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جو نئی ایجادات ہیں، ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، یہی چیزیں اصل میں ہماری ترقی کا باعث بننے والی ہیں اور بہت سے ان چیزوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ پس یہ انتہائی غلط تصور ہے۔ اس تصور نے بڑے بڑے غاصب پیدا کئے، اس تصور نے بڑے بڑے ظالم پیدا کئے، اس تصور نے عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے انسان پیدا کئے، اس تصور نے ہر زمانہ میں فرعون پیدا کئے کہ ہمارے پاس طاقت ہے ہمارے پاس دولت ہے، ہمارے پاس جاہ و حشمت ہے۔ لیکن اس تصور کی خدا تعالیٰ نے جو ربّ العالمین ہے، جو عالمین کا خالق ہے بڑے زور سے نفی فرمائی ہے۔ فرمایا کہ جن باتوں کو تم اپنا مقصدِ حیات سمجھتے ہو یہ تمہارا مقصدِ حیات نہیں ہے۔ تمہیں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ ان دنیاوی مادی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ اور دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) ترجمہ " اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ جنوری 2010 بمقام بیت الفتوح لندن)

پس ہم سب لوگوں کو اسی معاشرے میں رہ کر اپنے بچوں کو اس معاشرہ سے بچانا ہو گا اور معاشرے میں پھیلی ہوئی ان شیطانی قوتوں کو اپنی دعاؤں اور کوششوں سے دُور کرنا ہو گا۔ دراصل برائی اور شیطانی طاقتوں میں انسان کے لئے ایک کشش ہے اور اِن پُرکشش شیطانی قوتوں کو زیر کرنا ہمارا کام ہے جس کے لئے صحیح تربیت اور دعا کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:7)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ پس بڑی سے بڑی درسگاہ بچوں کی تربیت پر وہ اثر نہیں ڈال سکتی جو اُس کے گھر کی چار دیواری اُس پر ڈالتی ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ اپنی اولادوں کو دنیا پرستی کی آگ سے محفوظ رکھتے ہوئے اُنہیں سچا احمدی بنائیں، انہیں پنج وقتہ نمازوں کا عادی بنائیں، خلافت کی محبت ان کے دلوں میں راسخ کریں، نظام جماعت سے اُن کا پختہ تعلق قائم کریں اور جماعت کے پروگراموں میں اُن کو اپنے ساتھ لے کر جائیں۔

نوجوانی کے اِس دور میں بچوں کو زبانی کلامی اپنی بات سمجھانا مشکل ہوتا ہے وہ تجربات سے سمجھنا اور سیکھنا چاہتے ہیں لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے، بہت کم والدین اُنہیں تجربات سے گزرنے کی اجازت دیتے ہیں اور یہیں سے والدین اور بچوں میں ایک خلا سا پیدا ہو جاتا ہے اور باہمی رابطے میں فقدان آ جاتا ہے۔ دراصل یہ تمام چیزیں بچوں کے اخلاق کو تباہ کر رہی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں

" ایشیا سے آئے ہوئے بہت سے لوگ اُن کی خوبیوں کی نہیں بلکہ اُن کی خامیوں کی پیروی کرتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی اخلاقی اقدار چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اپنے اندر کی تمام خوبیاں چھوڑ کر مغربی معاشرے کے گند سمیٹ لیتے ہیں جبکہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چودہ سو سال قبل متنبہ کر دیا تھا۔۔۔ پس اچھی چیز اور بُری چیز میں تمیز کرنا سیکھیں اور میں اس کے لئے آپ کو ایک تیر بہدف نسخہ بتاتا ہوں جس سے آپ کبھی بھی بھٹک نہیں سکیں گے۔ وہ یہ ہے کہ اخلاقی و روحانی امور میں اہل مغرب بالکل غلط راستے پر ہیں جبکہ دنیاوی امور میں وہ بالکل درست ہیں۔ اس لئے دنیوی امور میں اُن کی پیروی کریں، اُن سے سیکھیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اُن کی اخلاقی، مذہبی یا معاشرتی اقدار کی پیروی ایک زہر ہے، اسے مت کھائیں"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ ستمبر 1982 بمقام گلاسگو، سکاٹ لینڈ)

بہرحال شخصیتیں گھروں سے بنتی ہیں ہمیں شخصیت کو مضبوط بنانا چاہئے۔ بچوں کو گھر میں اتنا تحفظ اور آگاہی حاصل ہو کہ وہ گھر سے باہر پیش آنے والے خطرات کا باحسن سامنا کر سکیں۔ نوجوان نسل کے مسائل کو حل کرنے کے لئے والدین اور استادوں کو نیز جماعتی تنظیموں کو ایک اہم کردار ادا کرنا ہو گا۔ نظامِ جماعت سے وابستگی اور احساسِ ذمہ داری پیدا کر کے، ایسے اسلوب و شعار کا حامل بنائیں جن کے ذریعہ وہ اپنی شخصیت میں اعتماد پیدا کر سکیں۔ نیز محبت کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی اور راہنمائی کی بھی ضرورت ہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں:

" قوم وہی زندہ رہتی ہے جس کی اگلی نسل پچھلی نسل کی جگہ لینے کے لئے تیار رہے۔ موجودہ زمانے کی آزادی اور بے راہ روی کا صحیح توڑ صرف اور صرف عورتوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے اگر وہ اپنے بچوں کی خالص دینی ماحول میں تربیت کریں، قرآنی احکام سے ان کو روشناس کرائیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ اور قرآن مجید کے احکام پر چلنے کا جذبہ اس شدت کے ساتھ ان کے دلوں میں پیدا کریں کہ بڑے سے بڑا شیطانی حملہ ان کے دلوں کے

گرد کھینچی ہوئی حصار کو نہ توڑ سکے۔ یہی اس زمانہ میں آپ سب کا سب سے بڑا کام ہے اور یہی آپ کا سب سے بڑا فرض"۔ (مجلّہ بتقریب جشن پنج سالہ لجنہ اماء اللہ۔ صفحہ:10)

اس مادی اور روحانی، دونوں لحاظ سے زوال پزیر دور میں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو قائم فرمایا ہے۔ اس کا مقصد دینِ حق کو دوبارہ زندہ کرنا اور خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور دنیا سے شیطان کی حکومت مٹا کر ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنانا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے کہ جب ہم پرانی زمین اور پرانے نظام کو بدل ڈالیں اور موجودہ تہذیب سے منہ موڑ کر اُس تہذیب اور روایت کو اپنائیں جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"ہماری جماعت جس دور سے گذر رہی ہے اور جن حالات کا انہیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان کے لحاظ سے ضروری ہے کہ ان میں جو روایات قائم ہوں ان کی بنیاد اخلاق پر ہو۔ موٹے موٹے اخلاق جن سے تمام نقائص کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ دنیوی لحاظ سے سچائی، دیانت اور محنت ہیں اور دینی لحاظ سے نماز، دعا اور ذکر الٰہی ہے۔۔۔۔ پس ہماری جماعت کے اندر نماز، دُعا اور ذکرِ الٰہی کی عادت ہونی چاہئے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16/مارچ 1951ء بمقام ربوہ)

مثالی پاک معاشرہ کا قیام

ایک مثالی انسانی معاشرہ کے قیام کے لئے ہر دور کے مصلحین و مفکرین نے اپنی بساط کے مطابق کچھ قوانین و قوائد بنائے۔ ان ضوابط کا مقصد و مرکز صرف یہی تھا کہ کسی نہ کسی طرح انسانی معاشرہ میں باوقار طور پر ربط و ہم آہنگی پیدا ہو اور پُر امن بقائے باہمی کی خاطر آپس میں مل جل کر رہنے کا شعور پیدا ہو۔

امن پسند معاشرے کی بنیاد نہ صرف اعلیٰ اخلاق کے قیام کی محتاج ہے بلکہ احترامِ انسانیت اور اپنے خالقِ حقیقی کی پہچان کی بھی متقاضی ہے تا حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بھرپور ادائیگی کے ساتھ ایک مثالی، پاک معاشرے کا قیام ممکن ہو۔ مغربی دنیا نے دنیاوی ترقیات کو اپنا مقصد بنالیا اور حقیقتاً زمین کی حدود سے نکل کر چاند تک جا پہنچے مگر ہمارا مقصد اور مُدّعا تو اپنے خالقِ حقیقی تک رسائی ہے۔

اے دوستو پیارو! عقبیٰ کو مت بِسارو
کچھ زادِ راہ لے لو، کچھ کام میں گذارو
دنیا ہے جائے فانی، دل سے اِسے اُتارو

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام احکامات اور دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور ہماری تمام آئندہ نسلوں کو اپنے خاص فضل سے اپنی رضا کی راہوں پر چلاتا چلا جائے اور شیطانی وساوس اور حملوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

دورِ جدید اور ہماری روایات

زبیدہ کوکب۔ ونڈزر

دولت کے دِلدادوں سے
یا فیشن کے متوالوں سے
روایات نے یُوں پھر جنم لیا
موندھ کے آنکھیں داتا سے
نیلام وہ عزت کرتے ہیں
جب مُنہ کے بَل وہ گرتے ہیں
سحر زدہ اِس دُنیا میں
چالیں سب شیطان کی ہیں
پھر اُجڑے دل کے سکوں سارے
جھوٹے ہیں یہ دھندے سارے
کرتب ہیں یہ مال کے سارے
روایات یہ ہیں پچھلوں کی
پر اگلوں نے کب چھوڑی ہے
چشمہ پہن کر جدت کا
یُوں رسموں کو اب عام کیا
اب رنگ بھرا اِن رسموں میں
پر چھوڑو توہم پرستی کو
طوقِ اَنا پرستی کو
بقاء ساری اسی میں ہے
اب دفن کریں اِن رسموں کو

میکے اور سسرال میں متوازن تعلق۔۔۔پُر سکون گھر کی ضمانت

نعیمہ مبشر _____ ایڈمنٹن ویسٹ

گھر کیا ہے؟ گھر نہ صرف زندگی کی بنیادی ضرورت ہے بلکہ اس کے لئے محفوظ جائے پناہ بھی ہے۔

گھر یا محفوظ جائے پناہ کا تصور کہاں سے ظہور پذیر ہوا؟ یہ نقطہ غور طلب ہے۔۔۔اپنے ارد گرد کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ گھر بنانے اور پھر اس میں محبت، احترام اور یگانگت کے ساتھ رہنے کا مادہ خالق کائنات نے اپنے ہر تخلیق کردہ جاندار کے اندر خود ڈالا ہے۔ یہاں تک کے چرند پرند اور حشرات الأرض بھی اپنی ضرورت کے مطابق اپنے گھر بناتے ہیں۔ ایک مکڑی کی ہی مثال لیجئے۔۔۔وہ بھی لاکھ جتن کر کے اپنا گھر بناتی ہے گو جانتی ہے کہ اس کا یہ گھروندہ بہت مضبوط نہیں مگر پھر بھی اُسکو بناتی ہے اور رہنے کے قابل بناتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ "اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے"۔(سورۃ العنکبوت:42)

معاشرہ خواہ مشرقی ہو یا مغربی۔۔اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔۔۔دور جدید کا ہو یا دور قدیم کا۔ گھروں کا تصور اُن میں ہمیشہ موجود رہا ہے۔ مگر وقت میں جدّت کے ساتھ ساتھ یہ گھر اب زیادہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے ہیں۔ جس کی ایک بڑی وجہ اپنی اقدار سے کنارہ کشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں ہر معاشرے میں ہی طلاق کی شرح میں اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ حتّٰی کہ اسلامی معاشرہ جس میں طلاق جو کہ ایک حلال عمل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے تیزی سے جڑیں پکڑتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت اور گھر کے اوپر نگران مقرر کیا ہے اور عورت کو گھر کے سکون اور اولاد کی تربیت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ نکاح کے شرعی بندھن میں بندھنے کے بعد اُن کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے جس میں سر فہرست ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حُسن سلوک اور اولاد کی تربیت شامل ہیں۔

حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو عورت اس حالت میں فوت ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے خوش اور راضی ہے تو وہ جنت میں جائے گی"۔(ابن ماجہ کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ)

امام آخر الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حرم محترم حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو ان کی شادی کے موقع پر جو قیمتی نصائح ارشاد فرمائیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی "اُن کے عزیزوں کو، عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا، کسی کی برائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے کوئی برائی کرے۔ تم دل میں سب کا بھلا ہی چاہنا اور عمل سے بھی بدی کا بدلہ نہ کرنا۔ دیکھنا پھر ہمیشہ خدا تمہارا بھلا کرے گا"۔

(سیرت حضرت اماں جان ص۔168 حصہ دوئم یعقوب علیہ عرفانی کبیر)

میکہ اور سسرال کے درمیان متوازن تعلق کی ذمہ داری بھی کافی حد تک عورت پر عائد ہوتی ہے۔ عورت گھر کی فضا کو پُر سکون رکھنے کے لئے اس میزان میں مناسب وزن رکھتی چلی جاتی ہے گو کہ یہ ایک مشکل امر ہے مگر عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے صبر، استقامت اور برداشت کے آمیزے سے گوندھا ہے اکثر و بیشتر یہ امر بخوبی سرانجام دیتی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں کہیں اس میزان کے کسی ایک بھی پلڑا میں وزن کم یا زیادہ ہوا وہیں اسکی سمجھ داری اور صبر و استقامت کا امتحان شروع۔ اس ضمن میں چند باتیں مدِّنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے تو دعا کے ذریعہ اپنے لئے خدا تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرے۔ پھر اپنے خاوند کو پیار اور محبت سے اپنا موقف سمجھائے۔ اور اگر کچھ وقت کے لئے خاموشی اختیار کرنی پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس سے آپ اپنے خاوند کے دل میں یقیناً مزید عزت پائیں گی۔ لیکن کسی بھی صورت رحمی رشتوں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ نہ زبان سے، نہ عمل سے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 14 فروری 1986ء کو جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اُس کا خلاصہ بھی رحمی رشتوں سے متعلق ہی تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم نے بھی بارہا رحمی رشتوں کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے اور گھروں کی تعمیر اور انکے پروان چڑھنے میں یہ غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ عورت کے لئے مرد کے والدین اور مرد کے لئے عورت کے والدین رحمی رشتے ہیں ان رشتوں کے احترام

(بقیہ صفحہ نمبر 21 پر)

حضرت مصلحِ موعودؓ کی حسین یادیں

امۃ الرشید غنی _____ونی پیگ، کینیڈا

میں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو پاکستان آ کے ہی دیکھا۔ قادیان میں میری عمر چھوٹی تھی اور ہماری والدہ چھوٹے بچوں کو کم ہی اپنے ساتھ لے جاتی تھیں ہجرت کے بعد ہم کچھ عرصہ کوئٹہ رہے۔ گرمیوں میں حضور بھی کوئٹہ تشریف لائے۔

ایک دن ہم سکول سے آئے تو ہماری والدہ صاحبہ نے ایک خط دیا، مجھے اور میری بہن امۃ السلام سے کہا کہ ابھی جاؤ اور یہ خط حضور کو دے آؤ۔ کسی خاص کام کے لیے دُعا کے لیے لکھا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ اُمِ ناصر کے پاس چلی جانا اور کہنا کہ یہ خط ہماری اماں جی نے دیا ہے کہ ابھی حضور کو دینا ہے۔ چنانچہ حضور کی کوٹھی پہنچ کر ہم سیدھے حضرت اُمِ ناصر صاحبہ کے پاس چلے گئے اور عرض کیا کہ یہ خط ہماری والدہ نے دیا ہے کہ ابھی حضور کی خدمت میں دینا ہے۔ حضرت اُمِ ناصر نے فرمایا کہ سامنے ہی حضور کے کمرے کا دروازہ ہے جا کے خط دے آؤ۔ ہم واپس آ گئے اور بتایا کہ دروازہ بند ہے آپ فرمانے لگیں کہ کھٹکھٹانا تھا حضور کھول دیتے وہ جاگ ہی رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم پھر گئیں تو حضور نے فوراً دروازہ کھول دیا اور فرمایا کون ہو اور کیسے آئی ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم مولوی عطا محمد صاحب کی بیٹیاں ہیں یہ خط ہماری اماں جی نے بھجوایا ہے۔ حضور نے خط لیکر اسی وقت کھڑے کھڑے پڑھا اور فرمایا اپنی والدہ سے کہنا میں دُعا کروں گا۔ چنانچہ ہم حضور کو سلام عرض کر کے واپس آ گئے۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ کمرے میں ایک میز اور کرسی رکھی ہے میز پر خطوط اور فاعلوں کا انبار لگا تھا جنھیں حضور ملاحظہ کر رہے تھے۔ عین دوپہر کا وقت جب ایک دنیا آرام کر رہی ہوتی ہے۔ اُس وقت بھی حضور جماعت اور افرادِ جماعت کے مسائل نپٹانے میں مصروف تھے۔

ہجرت کے بعد ایک سال کے اندر جماعت نے ربوہ شہر بسایا۔ تمام دفاتر ربوہ منتقل ہو گئے ہمارے اباجی بھی صدر انجمن کے ملازم تھے اس لیے ہم بھی ربوہ آ گئے۔ اُس وقت چند سو کچے کوارٹر بنائے گئے تھے۔ آدھے ریلوے اسٹیشن کے ایک طرف اور آدھے دوسری طرف۔ ہمارا کوارٹر ریلوے لائن سے چند گز کے فاصلے پر تھا۔ سارے ربوہ میں سوائے حضور کی موٹر کار کے اور کوئی سواری نہ تھی۔ سائیکل تک کسی کے پاس نہ تھی سب لوگ پیدل ہی آتے جاتے تھے۔ اُن دنوں میری بہن ذکیہ بیگم کی شادی تھی اباجی نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور بچی کو اپنی دُعاؤں سے رخصت کریں۔ حضور ازراہِ شفقت شادی کے دن بعد نماز عصر تشریف لائے۔ مردوں کے لیے گھر کے ساتھ ہی کھلے میدان میں بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ اُس زمانے میں نہ شامیانے تھے نہ کرسیاں، چٹائیوں کے اوپر دریاں اور چادریں بچھا کر جگہ بنائی گئی تھی۔ حضور بھی وہیں تشریف فرما ہوئے اور دُعا کروائی۔

تھوڑی دیر بعد اندر گھر میں عورتوں کی ہلکی ہلکی آوازیں آنے لگیں کہ حضور آ رہے ہیں۔ سب مڑ مڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگیں، واقعی حضور تشریف لا رہے تھے۔ حضرت مہر آپا صاحبہ جلدی سے اٹھ کے آئیں اور کہا کہ آپ یہاں کہاں آ گئے؟ حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب کے بیٹے (خلیل احمد صاحب) نے کہا کہ اندر مستورات میں بھی دُعا کرا دیں تو میں آ گیا۔ ایک کرسی پر حضور تشریف فرما ہوئے اور فرمایا دلہن کہاں ہے؟ آپا کو کمرے میں آپا متین صاحبہ (صاحبزادی حضرت مصلحِ موعود) ابھی دلہن بنا رہی تھیں وہ فوراً آپا کو دوپٹہ اوڑھا کر باہر لے آئیں اور چارپائی پر بٹھا دیا۔ حضور نے امِ متین سے فرمایا کہ تم تو کہہ رہی تھیں کہ دُلہن کا قد چھوٹا ہے اسکا قد تو بہت مناسب ہے۔ اسکے بعد حضور نے دُعا کروائی اور پھر باہر تشریف لے گئے۔

تھوڑی دیر بعد حضور واپس تشریف لے جانے لگے تو اباجی نے حضور سے درخواست کی کہ حضور! یہاں تو کوئی سواری نہیں ہے دلہن کو سسرال پہنچانے کے لیے اگر اپنی گاڑی عنایت فرما دیں تو بہت ممنون ہوں گا۔ اُن دنوں یہ حال تھا کہ سواری نہ ہونے کی وجہ سے دلہن بھی مجبوراً پیدل ہی سسرال جاتی تھی۔ حضور نے فوراً فرمایا ہاں، ہاں مولوی صاحب میں پیدل چلا جاتا ہوں گاڑی آپ رکھیں۔ اباجی نے عرض کی کہ نہیں حضور! آپ گھر جا کے گاڑی بھجوا دیں۔ اتنی جلدی تو بچی رخصت نہیں ہو گی۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں مولوی صاحب! گاڑی تو اب یہیں رہے گی۔ میں چلتا ہوں، اباجی کچھ شرمندہ اور پریشان سے ہو گئے۔ کہ یہ میں نے کیا کیا حضور کو خواہ مخواہ تکلیف دی۔ حضور اباجی کے چہرے سے پریشانی بھانپ گئے اور فرمایا مولوی صاحب! آپ بالکل پریشان نہ ہوں میں تو روزانہ اسی وقت سیر کے لیے پیدل نکلتا ہوں۔ آج آپ کے گھر تک سیر ہو جائے گی۔ اور پھر حضور چل پڑے۔ اباجی بھی حضور کے ساتھ چل پڑے جب ریلوے لائن آ گئی تو حضور نے فرمایا۔ مولوی صاحب اب آپ جائیں آپ نے بیٹی کو رخصت کرنا ہو گا۔ (بقیہ صفحہ 26 پر)

اطاعت حکمِ خداوندی ہے

امۃ القیوم اعجاز _____ احمدیہ ابوڈ آف پیس

قومی اور جماعتی ترقی کے لئے اطاعت و فرمانبرادی کا جذبہ پایا جانا ضروری ہے جب تک اطاعت و فرمانبرادی کا مادہ افراد کے اندر پوری طرح نہ پایا جائے کوئی قوم یا جماعت ترقی نہیں کر سکتی۔ کسی بھی قوم یا جماعت کی ترقی کا معیار اور ترقی کی رفتار اس قوم کے معیارِ اطاعت پر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار دفعہ اطاعت کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ (سورۃ النساء۔ آیت:60)

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس شرط پر کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے آسانی میں بھی اور تنگی میں بھی، خوشی میں بھی اور رَنج میں بھی اور جہاں کہیں ہونگے اُولُو الامر سے نہیں جھگڑیں گے اور جہاں کہیں ہونگے حق پر قائم رہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(حدیقۃ الصالحین۔ حدیث:652 صفحہ:617)

سوال یہ ہے کہ اطاعت اور فرمانبرداری کا معیار کیا ہونا چاہیے ؟ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں اطاعت و فرمانبرداری کے ایسے ایسے دلوں کو چُھو دینے والے واقعات ملتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ تقریر مسجد میں کھڑے صحابہؓ سے فرمایا بیٹھ جاؤ تو ایک صحابی جو ابھی مسجد کی طرف آرہے تھے آپؐ کے یہ الفاظ سن کر باہر گلی میں بیٹھ گئے اور رینگ رینگ کر مسجد کی طرف بڑھنے لگے۔ ساتھ کھڑے دوست نے اس پر کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ تو جواب دیا اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر فوراً عمل نہ کرتا اور اس اثناء میں میری موت واقع ہو جاتی تو میں نافرمانوں میں شامل ہو کر خدا کے حضور حاضر ہوتا۔

اسی طرح کا ملتا جلتا واقعہ ہمیں اس دور میں بھی نظر آتا ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو انتخابِ خلافت کے فوراً بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جائیں تو تمام لوگ جو مسجد فضل کے باہر کے احاطہ اور گریسن ہال روڈ کے کنارے بیٹھے تھے وہ سب ایک سیکنڈ میں اپنی اپنی جگہوں پر یا جس کو جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گئے۔

قربان جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر جنہوں نے ہمارے لئے اطاعت و فرمانبرداری کے حسین نمونے چھوڑے۔ جب منادی کرنے والے نے مدینہ کی گلیوں میں شراب کی حرمت کا اعلان کیا تو بعض اُس وقت شراب کے نشہ میں دُھت تھے، حکم سنتے ہی مٹکوں کو توڑنے کے لئے آگے بڑھے۔ ایک دوست نے کہا کہ وضاحت تو کروالو۔ مگر تمام نے یک زبان ہو کر کہا کہ جب حرمت کا حکم سُن لیا تو مٹکوں کو توڑ ڈالو۔ سو اطاعت کا یہ عالم تھا کہ اُس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی نظر آرہی تھی ۔ پس صحابہؓ نے تھوڑے سے عرصہ میں فدائیت اور اطاعت کا وہ اعلیٰ مقام حاصل کر لیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمندر میں کود جانے کا حکم دیتے تو وہ بلا تامل سمندر میں کُود جاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" اللہ اور اُسکے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے جب سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذّت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کرنا ضروری ہے بدُوں اس کے اطاعت ہو ہی نہیں سکتی"۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ۔ جلد دوم۔ صفحہ 246۔ سورۃ النساء: آیت 60)

اس زمانہ میں امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں بھی ہمیں اطاعت و فرمانبرداری کے بے شمار نمونے ملتے ہیں۔ جب ہم خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت حکیم مولوی نورالدین رضی اللہ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اُنکی اطاعت کا معیار دیکھ کر دل عش عش کر اُٹھتا ہے۔ آپکی اطاعت کا یہ عالم تھا کہ آقا کے ہر حکم بلکہ ہر اشارہ پر لبیک کہنا اور عمل کرنا جُزوِ ایمان یقین کرتے تھے۔ بہت سی روایات اور واقعات سے حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس جگہ، جس وقت اور جس حالت میں بھی آپکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی پیغام ملا تو آپ سب

کچھ چھوڑ کر بغیر توقف کے تعمیلِ ارشاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ جوتا بھی چلتے چلتے پہنتے اور پگڑی بھی چلتے چلتے باندھتے جاتے۔ یہاں تک کہ اگر خطبہ کے دوران بھی پیغام ملا تو خطبہ چھوڑ کر حاضرِ خدمت ہو گئے۔

آپکی ایسی ہی بے مثل و بے نظیر اطاعت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے ہر ایک اَمر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے"۔ (حیاتِ نور صفحہ 117)

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا: اگر میں نورالدین کو حکم دوں کہ تو پانی میں کُود جا تو وہ کُود جانے کو تیار ہے اور اگر میں اس کو کہوں کہ آگ میں داخل ہو جاؤ تو وہ آگ میں جانے کے لئے تیار ہے۔

آپکی اس بے مثال اطاعت کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواہش کی کہ "کاش اُمت کا ہر شخص نُور دین بن جائے"۔ (حیاتِ نور صفحہ 117)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں

"جو شخص افسر کی اطاعت نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اُسکی نمازیں اور اُسکے روزے اور اُس کا ایمان اُسے کوئی فائدہ نہیں دے سکے گا۔ وہ کفر کی سرحد پر کھڑا ہے اور ایک دھکے پر کافروں میں جا گرے گا اور اُسکی نمازیں اور اُسکے روزے اور اُسکی زکوٰۃ و صدقات اسکے کسی کام نہ آسکیں گی۔ جو شخص نمازیں پڑھتا، چندے دیتا، زکوٰۃ اور صدقات ادا کرتا ہے دوسری اور نیکیاں کرتا ہے لیکن اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتا وہ ایسے مقام پر کھڑا ہے جہاں ابلیس ہے۔ ایسا شخص اس خطرہ میں ہے کہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور بے دینوں اور کافروں کی موت مرے۔

(کچھ کلیاں کچھ پھول۔ صفحہ:160)

پس یہ کس قدر بڑا انذار ہے۔

اطاعت کے معیار حاصل کرنے کے لئے قربانیاں بھی کرنی پڑتی ہیں اور صبر بھی کرنا پڑتا ہے۔ جب تک دل میں عقیدت و محبت نہ ہو اطاعت اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتی۔ آج پوری دنیا میں جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت قائم ہے۔ قرآن کریم میں ویسے تو بے شمار جگہ اطاعت کا مضمون بیان ہوا لیکن سورۃ النور کی آیت 56 جسے آیت استخلاف بھی کہتے ہیں جس میں مومنین سے اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ کیا ہے اُسکے فوراً بعد آیت نمبر 57 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ یعنی اللہ کے رحم کو کھینچنے والے یہ تینوں اعمال ہیں۔ نماز، زکوٰۃ اور اطاعتِ رسول۔ پس جب تک مومنین میں صلوٰۃ و زکوٰۃ اور اطاعتِ رسول کی رُوح قائم رہے گی۔ خلافت کی نعمت بھی قائم رہے گی۔ یہ تینوں اعمال ایک نظام کو چاہتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے اندر خدا کا ایک برگزیدہ وجود ہے یعنی ہمارا پیارا امام جو ساری جماعت کا درد اپنے اندر رکھتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرتے ہوئے اُسکی ہر آواز پر لبیک کہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"لوگ مُنہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اطاعت گذار ہیں سلسلہ کا ہر حکم سر آنکھوں پر ہے لیکن جب موقع آئے اپنے ذات کے حقوق چھوڑنے پڑیں تب پتہ لگتا ہے اطاعت ہے یا نہیں۔ اس لئے اطاعت اتنا آسان کام نہیں ہے۔ ہر حکم کو بجالانا ہر معاملے میں اطاعت اصل مقصد ہے۔ فرمایا جو مکمل طور پر حکم کی اطاعت نہیں کرتا وہ سلسلے کو بدنام کرتا ہے۔ اللہ کے حقوق ادا نہ کر کے بھی اور بندوں کے حقوق ادا نہ کر کے بھی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ جس طرح جنت میں جانے کے کئی دروازے ہیں نیکیاں کر کے جنت میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح دوزخ میں جانے کے بھی کئی دروازے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ پوری اطاعت نہ کر کے کوئی دروازہ کھلا رکھو اور دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اس لئے کامل وفا کے ساتھ اطاعت گذار بندے بنے رہو۔ اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہئے اُس کا فضل ہو تو انسان اُن باتوں سے بچ سکتا ہے"۔

(خطبہ جمعہ 27 اگست 2004)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اندر سچی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ پیدا فرمائے تا کہ ہم سچے اور مثالی احمدی بن جائیں اور ہم ایسے کام کریں جن سے خدا راضی ہو جائے۔ آمین۔

(بقیہ از صفحہ 18)

اور حقوق و فرائض کو کسی بھی دور میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب ہمارے گھروں میں اِن رشتوں کو اہمیت دی جائے گی اور ہم اپنی نسلوں کو بھی ان رشتوں کی اہمیت اپنے عملی نمونہ سے ثابت کر کے دکھائیں گے۔ ان رشتوں کو ساتھ لے کر چلنا اور بخوبی ان کا حق ادا کرنا دونوں کے درمیان توازن قائم رکھنا اور خوشگوار تعلقات قائم کرنا ہی گھروں کے جنت نظیر ہونے کی ضمانت ہے۔

اگر تمام رشتوں کو ان کا صحیح مقام دیا جائے پیار اور محبت کی چاشنی سے گھولا جائے تو یہ رشتے کبھی بھی بوجھ نہیں لگیں گے بلکہ تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح آپکی زندگی میں داخل ہوں گے اور پھر آپکی پر سکون زندگی کی ضمانت بن جائیں گے۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ گھروں کے اندرونی سکون و اطمینان اور اندرونی امن کے بغیر دنیا میں امن کی ضمانت ناممکن ہے۔ اسی کی بدولت گھر خواہ مغربی معاشرے کے ہوں یا مشرقی۔ اسلامی ہوں یا غیر اسلامی ٹوٹ پھوٹ سے بچ سکتے ہیں۔ خدا کرے ہمارے گھر امن کے گہوارے ہوں اور ہم خدا تعالیٰ کی صفت رحمان کے عملی نمونے بنتے ہوئے اپنے رحمی رشتوں کی حفاظت کرنے والی ہوں۔ آمین۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد

امتہ الرفیق طاہرہ سابقہ صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

اللہ تعالیٰ جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے اور ہر مرد و زن اور جاندار اس کے بے شمار فضلوں کے ہر روز مورد ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جماعت احمدیہ پر تو اس کے انوار بارش کی طرح نازل ہوتے ہیں اور سب لوگ اس کے گواہ بنتے ہیں ہر فرد جماعت اس بات کا عینی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ مختلف مواقع پر خاص فضل کا سلوک فرمایا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ اسے کبھی اس کے اظہار کا موقع نہ ملا ہو۔ آج میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کے بے اندازہ اور لامحدود افضال میں سے ایک واقعہ کا ذکر کروں۔ ہو سکتا ہے کہ اسے پڑھ کر بہت سے اور لوگ بھی اسی طرح بلکہ اس بڑھ کر ایمان افروز واقعات کو بیان کریں جو ہم سب کے لیے اَزدیادِ ایمان کا موجب ہوں۔

یہ واقعہ میں محض تحدیث نعمت کے طور پر رقم کر رہی ہوں اس میں میری کوئی بھی خوبی یا خصوصیت نہیں صرف معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کا بیان ہے۔ شادی کے تقریباً دو ہفتے بعد 10,9 جنوری 1977 کو میں اپنے شوہر کے ہمراہ لیبیا چلی گئی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھا وقت گزرا۔ اگرچہ شروع میں غم کے شدید جھونکے لگے یعنی میرے پیارے ابا جان کی وفات، جو قریباً ساڑھے چار ماہ بعد ہوئی۔ اُس نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ غم ابھی بھی میرے دل میں اور روح کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ بہر حال یہ تو زندگی کے ساتھ ساتھ ہے۔ سات آٹھ سال کے بعد جیسے بچے کچھ بڑے ہونے شروع ہوئے مجھے خیال آیا کہ ہمیں لیبیا سے کہیں اور منتقل ہو جانا چاہیئے۔ رہائش اور ملازمت وغیرہ کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو ہمارے لئے لیبیا کی رہائش بہترین تھی بہت اچھا مکان کمپنی کی طرف سے مع کار موجود تھا۔ ہر دو سال بعد مع فیملی پاکستان کا ٹکٹ ملتا تھا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم دونوں کو خدمت دین کی بھی توفیق مل رہی تھی۔ کریم طاہر صاحب امیر جماعت تھے اور مجھ خاکسار کے پاس صدر لجنہ لیبیا کی ذمہ داری تھی۔ صرف احساس یہ تھا کہ یہ سارا کام بہت خاموشی اور احتیاط کا متقاضی تھا۔ جمعہ مختلف گھروں میں پڑھتے تھے اور نماز کے بعد احتیاط سے وقفہ وقفہ سے سارے لوگ باہر نکلتے تھے اکثر و بیشتر ایک خوف کی سی کیفیت رہتی تھی۔ جماعت بھی زیادہ بڑھی نہ تھی لہٰذا زیادہ سرگرمیاں نہ تھیں۔ مجھے اکثر ربوہ میں گزارا ہوا وقت یاد آتا تھا کہ کس طرح اجتماعات ہوتے۔ جلسہ کی ڈیوٹی ادا کرتے اور رمضان کے درس و تراویح قلب و روح کو تازہ کرتے۔

میرا دل چاہتا تھا کہ کاش ویسا ہی پاکیزہ اور روح پرور ماحول میرے بچوں کو بھی ملے۔ یہ خواہش وقت کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔ جب بھی کسی سے میں نے لیبیا سے کہیں اور جانے کا ذکر کیا سب نے کہا ابھی تو آپ کے بچے بہت چھوٹے ہیں انہیں دسویں تک آپ بآسانی یہاں پڑھا سکتے ہیں اس کے بعد چلے جائیں۔ اُس وقت تک کمائیں اور جمع کریں جو بعد میں آپ کے کام آئے گا۔ مالی لحاظ سے اِس وقت کہیں اور جانا نقصان دہ ہے۔

مگر میں نے ایک دفعہ حضور کی خدمت میں لکھ دیا کہ حضور ہم یہاں سے کہیں اور جانا چاہتے ہیں حضور ہماری رہنمائی فرمائیں کہ کہاں جائیں۔ حضور کا مشفقانہ جواب آیا کہ آپ کینیڈا یا آسٹریلیا چلے جائیں۔ چونکہ کریم طاہر مائننگ انجینئر ہیں اس لحاظ سے بھی یہ دونوں ممالک اچھے ہیں۔ مزے کی بات یہ کہ لیبیا میں کینیڈا اور آسٹریلیا کی ایمبیسی نہیں تھی، کس طرح کوشش کرتے۔ تھوڑا بہت پتہ کیا تو علم ہوا کہ کافی لمبی کارروائی کرنا ہوگی پھر شائد ویزا وغیرہ کی صورت ہو جائے جو پھر بھی غیر یقینی تھا۔ بہر حال کچھ وقت اور گزر گیا۔

جون 1987ء میں ہم نے سوچا کہ ہم تقریباً ہر سال پاکستان جاتے ہیں اور پاکستان میں جلسہ سالانہ بھی نہیں ہو رہا اگرچہ ہم ہمیشہ لندن حضور سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں مگر جلسہ سالانہ برطانیہ جو کہ اب حضور کی تشریف آوری کے بعد مرکزی جلسہ کی شکل اختیار کر چکا تھا اُس میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ اس سال کیوں نہ جولائی میں دو تین ہفتے کے لئے صرف لندن جائیں اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کریں اور پاکستان کا پروگرام اگلے سال موسم سرما میں رکھ لیں۔ یہ سب سوچ کر جولائی کے دوسرے ہفتے میں روانگی کی نیّت کی۔ تاکہ جلسہ کے فوراً بعد جولائی کے آخر میں یا اگست کے شروع میں واپس آجائیں اگرچہ چھٹی تقریباً دو ماہ کی تھی خدا تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ کارفرما تھی ایک دن میرے شوہر ٹکٹ خریدنے طرابلس گئے جو ہمارے گھر سے تقریباً 65 کلو میٹر دُور تھا۔ واپس آکر کہنے لگے حضور نے ہمیں کینیڈا یا آسٹریلیا جانے کا فرمایا ہے۔ لہٰذا میں اس حوالے سے سوچ کر دو راستوں کے ٹکٹ لے آیا ہوں۔ یعنی ایک طرابلس، مالٹا،

سوئٹزر لینڈ، لندن اور پھر واپسی پر براستہ سوئٹزر لینڈ، ٹورانٹو، واشنگٹن، اور دوسرا سوئٹزر لینڈ سے طرابلس۔ ہم مالٹا سے جو لیبیا سے تقریباً ایک گھنٹہ کے ہوائی سفر پر ہے کینیڈا اور امریکہ کا ویزا لے سکتے ہیں یا پھر سوئٹزر لینڈ یا لندن سے بھی ویزا حاصل کر سکتے ہیں اگر ویزا نہ ملا تو واپسی پر سوئٹزر لینڈ سے سیدھے طرابلس آجائیں گے۔ مگر احتیاطاً دونوں ٹکٹ خرید لئے ہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا کیا اس طرح ہم کینیڈا کا وزٹ کر لیں گے۔ پھر فائنل تیاری کر کے جائیں گے۔

جب ہم لیبیا سے روانہ ہوئے میں نے کم از کم سامان رکھا کیونکہ گھومتے پھرتے ہوئے جانا تھا۔ یوں بھی تقریباً تین ہفتے لندن میں قیام تھا۔ ماشاء اللہ پانچ بچوں بعمر 9، 7، 6 سو اسال اور چار ماہ کے ساتھ دو سوٹ کیس تھے۔ مالٹا میں ایک ہفتہ ٹھہرے اور کافی سیر کی۔ بہت ہی خوبصورت سا جزیرہ ہے اور بہت سیّاح آتے ہیں۔ وہاں سے ہم نے انگلینڈ کا ویزا لیا۔

لندن میں حضور سے ملاقات ہوئی اور حضور نے فرمایا کہ آپ شاید لیبیا سے کہیں اور جانا چاہتے ہیں ہم نے عرض کی جی حضور۔ حضور نے فرمایا آپ کینیڈا یا آسٹریلیا جائیں۔ میں نے پوچھا حضور آپ فرمائیں کس جگہ کے لئے پہلے کوشش کریں۔ حضور نے فرمایا کہ کینیڈا کو پہلے نمبر پر رکھیں اگر نہ جا سکیں تو آسٹریلیا چلے جائیں۔ اس کے دو چار دن بعد کریم طاہر صاحب کینیڈین ایمبیسی گئے تا کہ کینیڈا کا ویزا حاصل کر سکیں۔ ہمارے پاسپورٹ پر ایمبیسی والوں نے ایک stamp لگا کر واپس کر دیئے کہ ہم ویزا نہیں دے سکتے کیونکہ آپ transit میں ہیں یا تو آپ لیبیا جا کر apply کریں جہاں آپ رِہ رہے ہیں یا پاکستان جا کر apply کریں جہاں کے آپ شہری ہیں یہی اصول ہیں۔

ہماری صورت حال یہ تھی کہ لیبیا میں کینیڈا کی ایمبیسی نہ تھی اور پاکستان ہم صرف ویزا لینے کے لئے نہیں جا سکتے تھے۔ لہٰذا واپس آگئے۔ لندن میں چونکہ محترمہ امی جان، دو بہنیں، بھائی مکرم عطاء المجیب صاحب امام مسجد لندن، امریکہ سے محترم عطاء الرحیم صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ اس لئے سب کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا۔ جب ہماری واپسی کا دن آیا اور میں تیاری کر رہی تھی تو سب نے اصرار کیا کہ کچھ دن اور ٹھہر جاؤ اگر سیٹ وغیرہ کا مسئلہ نہ ہو۔ ہماری سیٹیں چونکہ Swiss air پر Business class کی تھیں لہٰذا کچھ مسئلہ نہ تھا ہم نے ایک ہفتہ بڑھا لیا۔ اس طرح ہمارا لندن میں تقریباً ڈیڑھ ماہ قیام ہو گیا۔ کبھی خیال آتا کہ لیبیا واپس جائیں اور Pack up کر کے کینیڈا جائیں کبھی خیال آتا کہ یہیں سے چلیں جائیں مگر مسئلہ ویزا کا تھا جو ہمارے پاس نہ تھا یہ خیال بھی تھا کہ حضور کے ارشاد کی برکت سارے مسائل دور کر دے گی۔ اور ہُوا بھی یہی۔

یہاں ایک دلچسپ بات بتاتی چلوں کہ روانگی سے ایک دن قبل رات کھانے کے بعد ہم سب باتیں کر رہے تھے کہ اب کل صبح ہم سوئٹزر لینڈ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں جہاں ایک بار پھر ویزا کے لئے کوشش کریں گے۔ ورنہ پھر طرابلس چلے جائیں گے۔ اور اگلے سال پاکستان سے ویزا کی ساری کارروائی کا پتہ کریں گے اور یقیناً یہ بہت ہی لمبا مسئلہ تھا۔

اس موقع پر میرے دونوں بھائی بھی موجود تھے مکرم عطاء الرحیم صاحب کہنے لگے اگر تم لوگ یہاں سے ہی کینیڈا جاؤ اور لیبیا واپس نہ جاؤ تو مالی لحاظ سے کیا صورت حال ہو گی ہم نے بتایا کہ لیبیا میں بارہ سالہ قیام میں گھر کو اچھی طرح سیٹ کیا ہوا ہے۔ آنے سے قبل نئی گاڑی SOS PEUGEAR خریدی تھی اسی طرح بارہ سال کی گریجوئٹی جو فائل exit پر ملتی ہے بنک میں ہے کچھ رقم بھی لیبین بنک میں ہے اور کچھ ذاتی اشیاء جو کہ ہر گھر میں ہوتی ہیں۔ وہ بھی ہیں اس پر وہ کہنے لگے بہتر ہے کہ واپس لیبیا جا کر سب کچھ بیچ کر پوری طرح تیاری کر کے جاؤ تا کہ کچھ رقم ہاتھ میں ہو جس سے نئی جگہ سیٹ ہو سکو۔

مکرم عطاء المجیب صاحب کا جواب بالکل برعکس تھا کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ صرف ہینڈ بیگ لے جاؤ اور کوشش کرو کہ کینیڈا چلے جاؤ کیونکہ حضور نے یہی فرمایا ہے۔ ہم دونوں کی بھی یہی خواہش تھی کہ فوری طور پر حضور کے ارشاد کی پیروی ہو۔ بہر حال دعائیں بہت کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ بہترین صورت پیدا فرمائے اور اپنے فضل سے سب سامان بہم پہنچائے آمین۔ اگلے دن سب کی دعاؤں کے ساتھ ہم سوئٹزر لینڈ روانہ ہوئے اور اگلی منزل نامعلوم تھی۔ ہاں ایک بات ضرور ذکر کر دوں کہ لندن میں میری ملاقات میری بہت ہی پیاری دوست فیضیہ عزیز سے بھی ہوئی جو کینیڈا کے امیر کی اہلیہ تھیں اور جلسہ پر کینیڈا سے آئی ہوئی تھیں۔ فیضیہ سے میری دوستی نویں دسویں کلاس سے تھی اور ہماری سیٹ اسکول میں بھی اکٹھی تھی کالج میں بھی ہمارا بہت ہی پیار بھرا تعلق رہا۔ اگرچہ میری پیاری دوست اب دنیا میں نہیں رہیں مگر ان کی پیار بھری یادیں ہمیشہ میرے دل میں ہیں۔ کالج کا بے فکری کا زمانہ گزرنے کے بعد جب میں شادی کے بعد لیبیا چلی گئی تو دو ماہ بعد ہی فیضیہ بھی شادی کے بعد سوئٹزر لینڈ چلی گئیں۔ ہماری خط و کتابت ہوتی رہی مگر اپنی اپنی مصروفیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کچھ کمی بھی آگئی مگر لندن میں ملاقات نے ساری پرانی یادوں کو تازہ کر دیا۔

عجیب بات یہ ہوئی کہ فیضیہ کے سوئٹزر لینڈ کے عرصہ قیام میں ہم سوئٹزر لینڈ باوجود بہت پُرخلوص دعوت کے نہ جا سکے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے کئی مواقع مہیا فرمائے۔

سوئٹزر لینڈ میں ہمارا قیام ہوٹل میں تھا وہاں بھی ہم نے بہت دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بہت بہتر اور بابرکت انتظام فرمائے آمین۔ وہاں ایک رات میں نے خواب میں اپنے بھائی عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن کو دیکھا کہ وہ ہمارے کمرے کا جس میں ہم سو رہے تھے تیزی سے دروازہ کھول کر داخل ہوتے ہیں اور زور سے کہتے ہیں ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“۔ یہ خواب اس قدر واضح تھا کہ میں بے اختیار اُٹھ کر بیٹھ گئی کہ بھائی جان کس طرح بغیر اطلاع کے اندر آگئے ہیں مگر یہ خواب تھا۔ اس سے بھی ہمیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے بہتر سامان فرمائے گا۔

اگلے دن کریم طاہر صاحب کا رابطہ اُس جرمن Contractor سے ہوا جو لیبیا

میں اُن کے زیر نگرانی کام کرتا تھا۔ اُس سے بہت اچھی دوستی تھی مگر کمپنی کے مفاد کی وجہ سے کبھی کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا۔ وہ ہوٹل کی لابی میں اُن سے ملنے آیا اور کہنے لگا کہ میں بھی تمہارے ساتھ کینیڈین ایمبیسی چلتا ہوں۔ چنانچہ آپ دونوں صبح چلے گئے اور شام کو وہی خبر لائے کہ یہاں سے ویزا نہیں مل سکتا بلکہ پہلے لگائی جانے والی مہروں سے ہی انہوں نے اندازہ لگالیا کہ ہم دوبار پہلے ویزا کے لئے درخواست دے چکے ہیں جو مسترد ہو چکی ہے۔ آفیسر نے وضاحت سے کہا کہ آپ کو کینیڈا کا ویزا نہیں مل سکتا۔

ہم نے رات کو سوچا کہ دنیاوی تدابیر تو ہو گئیں اور حضور نے فرمایا تھا کہ پہلے نمبر پر کینیڈا کو رکھیں اور کوشش کریں ورنہ آسٹریلیا چلے جائیں۔ اس وقت یہی بہتر ہے کہ لیبیا واپس جاکر آئندہ کے لئے باقاعدہ پروگرام بنائیں اور تیاری کر کے جائیں۔ مگر خدا کی مرضی کچھ اور تھی۔ لندن فون کر کے بتادیا کہ ویزا نہیں ملا لیکن اگر ویزا کے بغیر کوئی صورت پیدا ہوئی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم لیبیا جارہے ہیں۔ اگلے دن مجھے خیال آیا اور اپنی دوست فیضیہ کو بھی ٹورانٹو ٹیلی فون کر دیا کہ کافی کوشش کر لی ہے اور ویزا نہیں ملا لہٰذا اس وقت ہم لیبیا جانے کا ہی سوچ رہے ہیں البتہ بغیر ویزا کے اگر کوئی معجزہ ہو گیا تو پھر کینیڈا آسکتے ہیں۔ اس پر میں نے یونہی مذاق سے کہا کہ اگر میں جہاز میں ٹورانٹو کی طرف پرواز کر رہی ہوں گی تو آپ کو فون نہ کر سکوں گی دوسری صورت میں ہماری اگلے دن طرابلس روانگی ہو گی اور میں آپ کو ضرور بتادوں گی اور رابطہ کر لوں گی۔ انشاء اللہ۔

اگلے دن ہوٹل سے چیک آؤٹ کر کے ٹیکسی کی اور زیورخ ایئرپورٹ پہنچے۔ وہاں کریم طاہر صاحب کے دوست جرمن کنٹریکٹر بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے ٹکٹ دے دیں ایئرپورٹ سٹاف سے میری واقفیت ہے اور مینیجر بھی میرا واقف ہے۔ میں آپ کے لئے بورڈنگ کارڈ لے آتا ہوں ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے شاید اسی طرح اللہ تعالیٰ کوئی راستہ نکالنا چاہتا ہو۔ ہم ایک طرف بیٹھ گئے اور وہ شخص جس کا لاکھوں ڈالر کا کاروبار دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلا ہوا تھا ہمارے سامان کی ٹرالی لے کر پہلے ایک کاؤنٹر پر گیا۔ اُسے کہا گیا کہ پاسپورٹ اور ویزا دکھاؤ پھر ہم سامان چیک اِن کریں گے۔ اُس نے کہا میرا دوست پیچھے ہے تم مجھے اُس کے بورڈنگ کارڈ دے دو۔ مگر اُس نے کہا ایسا ممکن نہیں وہ دوسرے کاؤنٹر پر گیا اور پھر تیسرے پر گیا مگر ہر جگہ یہی جواب ملا۔ اس پر ایئرپورٹ مینیجر سے ملا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ وہ ہمیں کینیڈا بھجوانے کے لئے اس قدر خواہش مند تھا کہ ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ اس نے 10.000 ہزار ڈالر بھی پیش کئے مگر ایئرپورٹ مینیجر نے انکار کر دیا۔ آخر وہ ناامید ہو کر ہمارے پاس آیا کہ میری ساری کوشش ناکام ہو گئی ہے اور میں کچھ نہیں کر سکتا لہٰذا آپ لیبیا ہی چلے جائیں۔ میں نے سوچا کہ اب دوبارہ کسی ہوٹل میں جانا ہے لہٰذا بچوں کے لئے دودھ کی فیڈرز تیار کر لوں تاکہ انہیں ٹیکسی میں پلا سکوں۔ میں نے تھرماس کھول کر دودھ تیار کرنا شروع کیا۔ میرے شوہر پاس ہی کھڑے تھے وہ مجھے کہنے لگے میں نے خود تو کوشش نہیں کی، کیوں نہ میں جاکر دیکھوں، میں نے کہا ضرور جائیں باقی جیسے اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا ہو جائیگا۔ وہ پاسپورٹ اور ٹکٹ لے کر جس پہلے کاؤنٹر پر گئے کلرک نے صرف ایک ہی سوال پوچھا کہ آپ گروپ میں ہیں یا فیملی ہیں یہ بتانے پر کہ ہم فیملی ہیں اس نے ہمیں بورڈنگ کارڈ دے دئے ہمارے پاسپورٹ بھی چیک نہیں کئے جن پر کینیڈا کا ویزا ہی نہ تھا۔ بلکہ اس نے یہ تاکید کی کہ جلدی کریں فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔

جیسے ہی میرے شوہر بورڈنگ کارڈ لے کر میرے سامنے آئے میرا دل خدا کی حمد سے لبریز ہو گیا اور بے اختیار الحمدللہ کہا۔ لیبیا کا Contractor دوست بھی قریب ہی تھا اُس نے بے اختیار کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ مجھے اس وقت شدت سے یہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہم اُس کے فضلوں تلے رہیں اور کسی اور انسان کی مدد کے بغیر محض اس کے فضل اور معجزانہ مدد سے کینیڈا جائیں۔ ہماری عجیب کیفیت تھی اور ہم جلدی سے بورڈنگ کیلئے دروازہ کے قریب پہنچے تو سیکیورٹی سٹاف کی خاتون باہر ہی تھیں۔ انہوں نے ہم سے پوچھا کہ آپ طاہر فیملی ہیں ہم نے اثبات میں سر ہلایا وہ کہنے لگیں ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے بورڈنگ کارڈ دیکھے اور ہمیں کہا کہ ہم آگے چلے جائیں۔ دو چھوٹے بچوں میں سے خالد اور رضوانہ کو ہم دونوں نے اٹھایا ہوا تھا اور بڑے تینوں بچے سلیم، راضیہ اور طارق ساتھ تھے۔ جب ہم آگے بڑھے تو بڑے بیٹے سلیم نے جہاز پر اوپر لکھا ہوا پڑھ لیا اور مجھے کہا کہ امی کیا ہم ٹورانٹو جارہے ہیں۔ ہم Tripoli نہیں جارہے میں نے اُسے کہا کہ اندر چلو جہاز میں جاکر بتاتی ہوں۔ ہماری سیٹیں بزنس کلاس میں شروع ہی میں تھیں جیسے ہی ہم سیٹ ہوئے جہاز کا دروازہ بند ہو گیا کیونکہ باقی سب مسافر آچکے تھے میری دونوں طرف میرے بچے بیٹھے تھے اور وہ حیران تھے کہ اب ہم لیبیا کی بجائے کینیڈا جارہے ہیں کیونکہ ہم نے انہیں ایئرپورٹ پر ہونے والی کاروائی نہیں بتائی تھی کہ وہ پریشان نہ ہوں۔ اب میں نے انہیں تفصیلاً بتایا کہ اس وقت ہم جہاز میں بیٹھے ہیں وہ ہمیں ٹورانٹو لے جائیگا اور ہم پھر وہیں رہیں گے انشاء اللہ اور یہ ہم حضور کے ارشاد پر کر رہے ہیں۔

ساری بات سُن کر بڑے بیٹے سلیم نے پوچھا کیا ہم کبھی لیبیا نہیں جائیں گے؟ میں نے کہا بظاہر تو یہی لگتا ہے اس پر وہ کہنے لگا وہاں ہمارا گھر تھا میرا بہت اچھا کمرہ تھا۔ کیا اب میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ بیٹی راضیہ کو خوشی تھی کہ وہ اب ستمبر سے نئی کلاس میں جا رہی تھی۔ اس نے فوراً کہا میرا سکول اور میری نئی ٹیچر ملنی تھی اور چھوٹے بیٹے طارق نے کہا امی میرے سارے کھلونے وہاں پر تھے۔ میں نے سب کو تسلی دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نئے ملک اور نئی جگہ پر اپنے فضل سے سب کچھ دے گا۔ گھبرانے اور فکر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اتنے میں جہاز پرواز کرنے لگا۔ دعاؤں کے ساتھ سفر بخیریت گزرا اور ہم ٹورانٹو ایئرپورٹ پر پہنچ گئے۔ جب ہم نے ایئرپورٹ آفیسرز کو بتایا کہ ہم بغیر ویزا کے آئے ہیں تو وہ ہمارے پاسپورٹ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ Swiss Air جو دنیا کی بہت ہی قابلِ اعتماد ایئرلائن ہے انہوں نے آپ کو کیسے بٹھایا۔ ہمیں تو پورا یقین تھا اور ہے کہ یہ صرف الٰہی تصرّف تھا اور خدا ہمیں اپنے فضل سے یہاں لانا چاہتا تھا بہرحال ایئرپورٹ پر کاغذی کاروائی میں چھ سات گھنٹے لگ گئے اور

رات کے تقریباً گیارہ بج گئے۔ باہر نکل کر ٹیکسی لی اور راستہ کا پتہ کرتے ہوئے مشن ہاؤس پہنچ گئے۔ تقریباً رات کے بارہ بج چکے تھے مکرم کرنل محمد سعید باجوہ صاحب مرحوم مشن ہاؤس میں اُوپر کی منزل پر رہتے تھے۔ باہر تشریف لائے۔ میری عزیز دوست فیضیہ ہمارے انتظار میں جاگ رہی تھیں کیونکہ انہیں میرا فون نہیں ملا تھا کہ ہم جہاز میں سوار نہیں ہوئے لہٰذا وہ یہ امید کرتے ہوئے کہ ہم سفر میں ہیں سارا انتظام کرکے انتظار بھی کر رہی تھیں اور فکر بھی کہ اب بہت دیر ہوگئی ہے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ گرما گرم کھانا کھایا اور آرام سے سو گئے۔

اگلے دن کریم طاہر صاحب نے لیبیا فون کرکے بتادیا کہ اب ہم واپس نہیں آرہے اس پر مینیجر نے کہا کہ آپ ہوسکے تو ضرور آجائیں کیونکہ بارہ سال یہاں کام کیا ہے اور ہم بہت عزت کرتے ہیں۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا واپس جانا ہے میں نے کہا اب کیوں واپس جائیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معجزانہ طور پر ہمیں یہاں لایا۔ اب وہ ہمیں اسی زمین سے باعزت رزق بھی دے گا اور خدمت دین کی توفیق بھی انشاء اللہ۔ تین دن مشن ہاؤس میں مہمانی کے بعد چند دن کے لئے مکرم محترم منیر الدین عبید اللہ صاحب اور باجی عزیزہ نے بھی نہایت محبت سے میزبانی کی اور ہر طرح آرام پہنچایا۔ اسی دوران ہم نے کرائے پر گھر لے لیا اور وہاں شفٹ ہوگئے اب نئے ملک میں سیٹ ہونے کے مراحل تھے۔ چونکہ ہم نے ایئرپورٹ پر اپنے ٹریولر چیک اور کیش رقم وغیرہ کا بتادیا تھا جو سچ تھا اس لئے ہمیں کچھ بھی گورنمنٹ کی طرف سے ویلفیئر نہیں ملنی تھی اور اس کا اظہار ایئرپورٹ آفیسر نے یوں کیا کہ چونکہ تم نے سب کچھ بتادیا ہے اس لئے آپ کو کچھ مدد نہ دیں گے یہاں تک کہ آپ زیرو پر آجائیں میں نے بے اختیار کہا پہلے بھی خدا ہی نے رزق دیا تھا اور اب بھی وہی ہمارا رازق ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ ہمیں کینیڈا میں رہتے ہوئے اُنتیس (29) سال مکمل ہو چکے ہیں۔ بے شمار اس کے فضلوں اور رحمتوں کے نظارے دیکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بیٹی دُرِّ عجم حمدیٰ جو واقفہ نو ہے، اُس سے نوازا۔ کریم طاہر صاحب کو تقریباً بیس سال تک نیشنل عاملہ کینیڈا میں مختلف حیثیتوں سے کام کرنے کی توفیق دی اور گزشتہ پچیس سال سے ابوڈآف پیس میں پراپرٹی مینیجر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ الحمدللہ۔

خاکسار کو دو سال صدر لجنہ وان، ایک سال نائبہ صدر لجنہ کینیڈا، چودہ سال صدر لجنہ کینیڈا اور تین سال ریجنل صدر لجنہ وان خدمت کی سعادت ملی۔ دو دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے براہ راست منتخب فرمایا۔ الحمدللہ۔ اب گزشتہ ساڑھے چار سال سے بطور پروفیسر عائشہ اکیڈمی قرآن مجید باترجمہ، حدیث، فقہ اور عربی پڑھانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آخری سانس تک مقبول خدمتِ دین کی توفیق دے اور انجام بخیر سے نوازے۔ آمین۔

چار بچے عزیزم سلیم، راضیہ، طارق اور رضوانہ شادی کے بعد اپنے گھروں میں آباد ہیں اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں جیسی دو بہوئیں اور بہت اچھے داماد عطا کئے ہیں۔ عزیزم خالد میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ریزیڈنسی کا دوسرا سال کر رہے ہیں اور سب سے چھوٹی بیٹی حمدیٰ فرنچ ڈگری کے بعد لاء کے دوسرے سال میں ہے اللہ تعالیٰ اُن کے بھی نیک نصیب عطا فرمائے۔ سارے بچوں اور اُن کی نسلوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے۔ خدمت دین کی توفیق دے اور ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین۔

پانچ، چھ گھر تبدیل کرنے کے بعد اب پیس ویلج میں آرام سے رہ رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ آئندہ زندگی بھی اپنے فضل کے سایہ تلے پیار سے رکھے۔ اور ہم سے ہمیشہ راضی رہے۔ آمین۔

اے خدا ہو تیری وہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

(بقیہ از صفحہ 19)

ابا جی نے عرض کی جی حضور! میں چلا جاتا ہوں اور پھر ساتھ چل پڑے جب ریلوے لائن عبور کرلی تو حضور رُک گئے اور ابا جی سے کہا مولوی صاحب! اب آپ واپس جائیں تب ابا جی حضور سے سلام اور مصافحہ کرکے واپس آگئے۔ آج حضور کے متعلق الہام کہ وہ حسن و احسان میں بے نظیر ہوگا ایک دفعہ پھر پورا ہوتے سب نے دیکھا۔

ہماری آپا عطیہ کوئٹہ رہتی تھیں ان کے ہاں چوتھا بیٹا پیدا ہوا تو آپ نے لکھا کہ حضور سے اسکا نام رکھوا کر ہمیں لکھ دیں۔ میں اور میری بہن امۃ السلام گئے۔ اُس دن حضرت اُمِ متین صاحبہ کی باری تھی۔ انھوں نے ہمیں اُوپر بلوالیا۔ حضور مسجد جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ہم نے حضرت چھوٹی آپا سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ حضور وضو کرکے تشریف لائے تو چھوٹی آپا جان نے آپ کو بتایا کہ عطیہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے اُس کا نام رکھنے کے لیے کہا ہے۔ بڑے بیٹوں کے نام محمد دانیال، زکریا اور الیاس ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اس بچے کا نام حزقیل رکھ لیں۔ حضرت چھوٹی آپا کہنے لگیں عطیہ پہلے ہی کہتی ہے کہ حضور نے نبیوں کے نام پر میرے بچوں کے نام رکھ دیئے ہیں۔ حضورؒ مسکرا کے فرمانے لگے ابھی تو بہت سے نبی باقی ہیں اور تین چار نبیوں کے نام لے دیے۔ اس کے بعد آپا کے ہاں ایک اور بیٹا ہوا جسکا نام حضورؒ نے محمد یحییٰ تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں آپ پر کہ ہر شخص جو آپ کو ملتا یہی سمجھتا تھا کہ حضورؒ سب سے زیادہ اُسی سے پیار کرتے ہیں۔

اے فضلِ عمر تیرے اوصافِ کریمانہ۔

صفحۂ شاعرات

دورانِ سہ ماہی بہت سی بہنوں نے اپنی نظمیں النساء میں اشاعت کے لیئے بھجوائیں۔ تمام نظموں کی اشاعت ممکن نہیں لہٰذا اِس صفحہ کے ذریعہ تمام نظموں کے چُنیدہ اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

برف باری میں تعلیمی کلاس

طاہرہ چوہدری۔۔۔ پیس ویلج ایسٹ

برف باری تند ہوا، گرمی ہو یا برسے بارش بے بہا
علم و فکر کی لَو نہ بجھتی، جوت جگانے آتی ہیں
تِشنہ روحیں پیاس بجھانے بک کلب میں آتی ہیں

باری باری پڑھ کر کھوجیں، ایک ایک لفظ کو تولیں پرکھیں
ارض و سماء کا کیا ہے مقصد، کھوج لگانے آتی ہیں
تشنہ روحیں پیاس بجھانے بک کلب میں آتی ہیں

پونے ایک سے پونے دو کا وقت کہاں اُڑ جاتا ہے
سوچ و فکر کی پریاں اِس پل، کہاں کہاں لیجاتی ہیں
تشنہ روحیں پیاس بجھانے بک کلب میں آتی ہیں

اِک معجزے کے منتظر ہم بھی ہیں

دُرِّ رحمٰن۔۔۔ پیس ویلج ایسٹ

پیارے سیّدی آپکا ہمارے دیس میں تشریف لانا کسی معجزے سے کم نہیں
ہماری رب سے فریاد تھی کے آنا ہو ہمارے محبوب کا اپنے نگر میں بھی
مہک اٹھی ہے ہر زندگی آپکی آمد پر
ہر لب پہ ہے انی معک یا مسرور آپکی آمد پر

ذرا سوچ زمانے کیوں تجھے مجھ سے گلہ ہے

عائشہ شرما۔۔۔ ایئرڈری، کیلگری

دیکھے ہیں فضاؤں میں بکھرے ہوئے موتی
بہاروں میں خزاؤں بھرا موسم یُوں ہوا ہے

حیراں سی ہوئی آنکھیں، ویران سے چہرے
تو سوچ زمانے کہ کِس کو کِس سے گلہ ہے

لجنہ میٹنگز

طاہرہ محبوب۔۔۔ ایئرڈری، کیلگری

میری بہنو کمر کس لو کہ اس جمعہ کو میٹنگ ہے
کہاں اور کیوں کے چکر میں نہ پڑنا کیونکہ میٹنگ ہے
ٹور نٹو سے ہے پوری عاملہ آئی تو میٹنگ ہے
ہمیں شامل ہی ہونا ہے ارے یہ خاص میٹنگ ہے
اب دیکھو اجتماع ہے پھر تو لازم ایک میٹنگ ہے
پہنچ جانا وقت پر اسٹیج سجانے کی بھی میٹنگ ہے

حضور کی کیلگری آمد کے موقع پر

امتہ المتین ملک۔۔۔ کیلگری ساؤتھ

اے خلیفۃ المسیح مرحبا، خوش آمدید
طاعت تیری، اُلفت تیری، ہے قلب و جاں تیرے لیئے
روکے نہیں ، مجھ کو کوئی ، آمد میرے امام کی

امامنا ، یا سیّدی مرحبا خوش آمدید
ہم صدا تیرے مُرید، مرحبا خوش آمدید
گانے دو نا ! نغمے سعید ، مرحبا خوش آمدید

ذکرِ خیر محترمہ ناصرہ رفیق صاحبہ، صدر کیوبک ریجن

ناہید قدوس_____لجنہ مانٹریال سنٹر

محترمہ ناصرہ رفیق صاحبہ کی وفات کی خبر سنی تو کسی کو یقین نہیں آیا کہ وہ اب ہم میں نہیں، کیونکہ آخری وقت تک وہ اپنے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔

اگرچہ چند ماہ سے اُن کی صحت تیزی سے گرنا شروع ہو گئی تھی۔ لیکن جماعت کے ہر پروگرام میں وہ ضرور شامل ہوتی تھیں۔ وفات سے کچھ ماہ قبل مانٹریال جماعت میں لجنہ کا انٹرفیتھ سمپوزیم تھا۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی مگر اس کے باوجود آپ نے شرکت کی۔ آپ کے پاؤں سُوجے ہوئے تھے زیادہ دیر بیٹھ بھی نہیں سکتی تھیں، گھر سے کُشن ساتھ لائی ہوئی تھیں اور کُشن کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گئیں۔ ہم نے اُن سے کہا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی آپ گھر میں آرام کریں۔ لیکن کہنے لگیں مجھے گھر میں بے چینی رہتی ہے کہ میری ذمہ داری ہے مجھے یہاں ہونا چاہیئے۔

آپ الحاج مولانا بشیر احمد صاحب کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ آپ اپنے والد کا ذکر بڑے فخر سے کرتی تھیں کہ انھوں نے سنسکرت زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کیا۔ آپ نے دس سال سے زائد عرصہ سیکرٹری تجنید کام کیا۔ اس کے ساتھ اپنے حلقہ کی نگران بھی تھیں۔ پھر جب آپ لجنہ مانٹریال کی صدر منتخب کی گئیں تو آپ بہت گھبرائیں کہ میں یہ ذمہ داری کیسے سنبھال سکوں گی۔ آپ نے بہت رو رو کر دعا کی "اے اللہ اگر تو نے مجھے یہ ذمہ داری دی ہے تو مجھے ہمت دے کہ میں اس کو احسن طریقہ سے پورا کر سکوں"۔ آپ نے چھ (6) سال تک صدر لجنہ کے فرائض سرانجام دیے۔ خدا تعالیٰ کی بے حد شکر گزار تھیں کہ تمام لجنات ان سے خوش ہیں اور کسی کو کوئی شکایت نہیں۔ 2014ء میں جب کیوبک ریجن قائم ہوا تو آپ اس کی پہلی ریجنل صدر مقرر ہوئیں۔ 2015ء میں دوبارہ آپ ریجنل صدر مقرر ہوئی تھیں۔

آپ بہت نرم دل اور حلیم طبیعت کی حامل تھیں۔ اگر کوئی کام کہہ دیتا تو کبھی انکار نہیں کرتی تھیں۔ بہت ہی مہمان نواز تھیں۔ جب بھی اُن کے گھر میں کوئی مہمان چلا جاتا تو تواضع کیے بغیر نہیں جانے دیتی تھیں۔ جب بھی کوئی نئی فیملی مانٹریال آتی یا کسی بچی کی شادی ہوتی، کسی کا کوئی عزیز آجائے، سب سے پہلی دعوت آپ کی طرف سے ہوتی تھی۔ آپ کھانا بہت اچھا بناتی تھیں۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مانٹریال تشریف لائے تو آپ کو اُن کے لیے کھانا بنانے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ بہت ہی محنت کرنے والی اور دوسروں کا خیال رکھنے والی خاتون تھیں۔ مسجد میں اجتماع یا کوئی بھی پروگرام ہوتا تو اُن بہنوں کو ہمیشہ یاد رکھتی تھیں جو گوشت، انڈا وغیرہ نہیں کھا سکتیں تھیں۔ آپ گھر سے اُن کے لیے دال سبزی یا کوئی اور چیز ضرور بنا کر لاتی تھیں۔ بچوں سے بہت پیار کرتی تھیں، کہتی تھیں کہ میں پہلے سب دوسرے بچوں کے لیے دعا کرتی ہوں پھر اپنے بچوں کے لیے تاکہ اس طرح دوسرے بھی میرے بچوں کو یاد رکھیں۔ کسی بچے یا بڑے کو تکلیف میں دیکھتیں تو بے چین ہو جاتی تھیں، فوراً پرس سے کوئی نہ کوئی دوائی ضرور نکال لیتی تھیں۔ آپ کو ہومیوپیتھی دوائیوں کے بارے میں کافی علم تھا۔ ڈاکٹر کے پاس جانے سے گھبراتی تھیں۔ حتی الوسع ہومیوپیتھی دوائی ہی استعمال کرتی تھیں۔

آپ ہمیشہ یہ دعا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں چلتا پھرتا ہی لے جائے اور وہ کسی پر بوجھ نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ دعا قبول فرمائی۔

17 جنوری 2015ء کو غیر متوقع طور پر اُن کی وفات ہو گئی۔ نہ وہ بستر پر پڑیں نہ ہی کسی کو کوئی خدمت کا موقع دیا۔ آخری وقت تک خود ہی اپنے کام کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کے شوہر، بچوں اور تمام عزیز و اقارب کو صبر و ہمت سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

شگفتہ شگفتہ

صفحہ تیار کردہ: طاہرہ نسیم۔۔۔۔۔۔ویسٹن از لنگٹن

⌑ ٹرین کی برتھ کے اوپر ایک بھاری بھر کم بکس رکھا ہوا تھا۔اُس کے نیچے بیٹھی ہوئی خاتون نے کہا سردار جی! اپنا صندوق اوپر سے اُتالو، کہیں میرے سر پر ہی نہ گر جائے۔

سردار جی مسکرائے اور بولے بہن جی گھبرائیں نہیں، صندوق میں ٹوٹنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

⌑ ایک پاگل دوسرے پاگل سے: یار مجھے بہت تیز بخار ہے کسی ڈاکٹر کو بلاؤ

دوسرا پاگل: تم تو خود ڈاکٹر ہو

پہلا پاگل: وہ تو میں ہوں لیکن میری فیس بہت زیادہ ہے۔

⌑ ایک صاحب اپنی نئی نویلی چوتھی دلہن کو کمرے میں ایک الماری کے نزدیک کھڑا کر کے بولے

یہ ساڑھی میری پہلی بیوی کی ہے

یہ شلوار قمیض دوسری بیگم کا ہے

یہ غرارہ تیسری بیوی کا لٹکا ہوا ہے

چوتھی دُلہن مسکرائی اور بولی؛ سر تاج فکر نہ کریں اب اسکے آگے شیروانی ہی لٹکے گی۔

⌑ وکیل گواہ سے: کیا تمہیں لکھنا پڑھنا آتا ہے

گواہ: لکھنا آتا ہے، پڑھنا نہیں

وکیل: اپنا نام لکھو، گواہ نے کاغذوں پر چند لکیریں مار دیں۔

وکیل: یہ کیا لکھا ہے تم نے؟

گواہ: میں نے پہلے ہی کہا تھا مجھے پڑھنا نہیں آتا۔

قرّۃ العین

عابدہ بشریٰ صاحبہ وان ایسٹ تحریر کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ناجیہ چوہدری صاحبہ وان ایسٹ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔نومولود کا نام حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت "سلیمان محمود چوہدری" تجویز فرمایا ہے۔بچہ وقفِ نو کی سکیم میں شامل ہے۔بچہ عابدہ بشریٰ صاحبہ وان ایسٹ کا نواسہ ہے۔خدا تعالیٰ بچے کو نیک خادمِ دین، قرّۃ العین بنائے نیز صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا کرے۔آمین۔

Chia Seeds کے فوائد

◊ غذائیت سے بھرپور ایک بے حد مفید شے ہے۔

◊ اس میں موجود Antioxidants کی اچھی شرح کی وجہ سے آپ جوان رہتے ہیں۔

◊ اس میں موجود تمام Carbs بہت مفید ہیں کیونکہ وہ تمام Fiber بھی ہیں۔

◊ بہت زیادہ پروٹین ہونے کی وجہ سے وزن کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

◊ Omega 3 کی موجودگی اور Fiber اور پروٹین کی وجہ سے ٹائپ 2 کی زیابیطس کے علاج میں مفید ہیں۔

◊ جوڑوں کے درد میں بہت مفید ہیں۔ہڈیوں کو مضبوط بناتے ہیں۔

◊ اچھا خاوند وہ ہوتا ہے جو بیوی کو ہر وہ بات بتادے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ خود معلوم کر سکتی ہے۔

◊ جو آدمی یہ نہیں جانتا کہ اُسکی ساری تنخواہ کہاں چلی جاتی ہے۔۔۔۔وہ شادی شُدہ نہیں ہو سکتا۔

◊ آسانیاں تقسیم نہ کی جائیں تو مشکلیں جمع ہو جاتی ہیں۔

◊ ماں باپ کی دُعائیں زندگی کے ہر بھنور میں پتوار کا کام دیتی ہیں۔

◊ خدا سے بخشش کا ہر راستہ۔۔۔لوگوں کے ساتھ نرم سلوک میں ہے۔

◊ مُردہ لوگوں کو کندھا دینے سے افضل۔۔۔زندہ لوگوں کو سہارا دینا ہے۔

◊ حسد سے بھرا ہوا دِل۔۔۔۔۔فلاح سے خالی ہوتا ہے۔

تین جھوٹ

دنیا میں یہ جھوٹ کثرت سے اور ہر جگہ بولے جاتے ہیں

1- میری بیوی آج تک مجھے سمجھ نہیں سکی۔

2- جب سے شادی ہوئی ہے سُکھ کا سانس نہیں لیا میں نے (ایک بیوی)

3- حکومت چاہتی ہے کہ عوام کے مسائل حل کئے جائیں۔

تتلی

نیک اعمال ہی جنت کا راستہ ہیں

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے اپنے تین وُزراء کو بلایا اور کہا کہ تینوں باغ میں جا کر ایک ایک تھیلا عمدہ پھلوں کا بھر کر لائیں۔ حکم کچھ عجیب تھا لیکن تینوں وزراء اپنا اپنا تھیلا پکڑ کر باغ میں داخل ہو گئے۔

پہلے وزیر نے کوشش کی کہ بادشاہ کے پسند کے تازہ عمدہ اور مزیدار پھل جمع کرے اور اُس نے محنت کر کے بہترین پھلوں سے تھیلا بھر لیا۔ دوسرے وزیر نے سوچا بادشاہ نے کونسا ایک ایک پھل خود چیک کرنا ہے، نہ ہی چکھنا ہے تو اُس نے بہت کوشش کئے بغیر کچھ تازہ کچھ کچے اور کچھ گلے سڑے پھل تھیلے میں بھر لئے۔ تیسرا وزیر بہت ہی کام چور اور نالائق تھا اُس نے سوچا بادشاہ تو صرف بھرا ہوا تھیلا ہی دیکھے گا۔ اُس کو اِس سے کوئی غرض نہیں ہو گی کہ تھیلے کے اندر کیا ہے۔ اُس نے جلدی جلدی گھاس پھوس اور پتے بھر لئے اور اپنی دانست میں محنت اور وقت لگانے سے بچ گیا۔ اگلے دن جب تینوں وزیر تھیلوں سمیت دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے کھولے بغیر حکم دیا کہ اِن تینوں وزیروں کو اِن کے تھیلوں سمیت تین ماہ کیلئے کسی دور دراز علاقے میں بند کر دیا جائے۔ جہاں کسی کے پاس کھانے پینے کو کچھ بھی نہ ہو۔

اب پہلا وزیر جس کے تھیلے میں اچھے اور عمدہ پھل تھے۔ اُس کو کوئی فکر نہ ہوئی اور وہ تین ماہ انہی پھلوں پر آرام سے گزارہ کرتا رہا۔ دوسرے وزیر نے کچھ دن تو تازہ پھل کھا لیے پھر اس کو کچے اور گلے سڑے پھل بھی کھانا پڑا جس سے وہ بیمار ہو گیا تو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی اور تیسرا وزیر جس نے صرف گھاس پھوس اور بیکار پتے ہی اکٹھے کئے تھے کچھ دن بعد ہی بھوک سے مر گیا۔

آیئے ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ ہم اپنے اعمال کس تھیلے سے بھر رہے ہیں۔

بادشاہ یعنی اپنے خدا کی پسند کے پھل، یعنی نیک اعمال

یا بس کچھ اچھے کچھ خراب پھل، یا وقت کا ضیاع کر رہے ہیں

اور صرف گھاس پھوس ہی ہمارے تھیلے میں بھری ہوئی ہے۔ جب ہم اس دنیا سے اُٹھ جائیں گے اور قبروں میں تنہا ہوں گے تو یہی اعمال نامہ پھلوں سے بھرے ہوئے تھیلوں کی طرح ہمارے کام آئے گا۔

بوجھو تو جانیں

1) اُسکی سب کو ضرورت ہوتی ہے۔ اُس کے بارے میں سب پوچھتے بھی ہیں۔ دوسروں کو دیتے بھی ہیں لیکن کوئی خود لینے کو تیار نہیں ہوتا۔

2) ایک شخص سیاہ ٹرک چلا رہا ہے اور جس کی لائیٹیں بھی خراب ہیں۔۔ چاند بھی نہیں نکلا ہوا۔ ایک عورت نے سڑک پار کرنی ہے وہ کیسے اُس سیاہ ٹرک کو دیکھ سکے گی تا کہ آرام سے سڑک پار کر لے۔

3) اگر ایک شخص کے پاس چھوٹی سی چھتری ہے جس کے چھ بچے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی گیلا نہ ہو؟

4) ایک آدمی ہر صبح ہوٹل کے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد فلور نمبر 1 کیلئے لفٹ کا نمبر دباتا۔ شام کو واپس آتے ہوئے اگر لفٹ میں کوئی شخص ساتھ ہوتا تو وہ اُسے فلور نمبر 30 کا بٹن دبانے کو کہتا۔ اگر کوئی لفٹ میں نہ ہوتا تو وُہ سیڑھیوں سے اوپر جاتا۔ بتایئے کیوں؟

6 لڑکیوں کے نام تلاش کریں

			ح		
س	ی	م	ا		ہ
	د	ی	و		
ن	و	ر	ی		ن
	م	ہ	ہ		

جوابات: (1) نصیحت (2) دن کا ٹائم ہے وہ سڑک دیکھ لے گی (3) کیونکہ بارش نہیں ہو رہی (4) وہ شخص بہت چھوٹے قد کا ہے

لڑکیوں کے چھ نام: (سدرہ۔ مروہ۔ نورین۔ سیما۔ مون۔ حمیرہ)